بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ ایل ۵۲۵۴

نمبر ۵۲۵۴

الفضل

مسیح موعود نمبر

ربوہ

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر

فی پرچہ ۲۵ نئے پیسے

The Daily ALFAZL Rabwah

جلد ۵۱/۱۶ ۔ ۲۱ امان ۱۳۴۱ ھش ۔ ۱۳ شوال ۱۳۸۱ ھ ۔ ۲۱ مارچ ۱۹۶۲ء ۔ نمبر ۶۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو چاہتا ہے تاکہ تم نئی زندگی میں ایک اور پیدائش حاصل کرو

جو سچے دل سے مجھے قبول کرتا اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے خدا اس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے

" اگر دنیاداروں کی طرح رہوگے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں کہ تم نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو چاہتا ہے تاکہ تم نئی زندگی میں ایک اور پیدائش حاصل کرو۔ بیعت اگر دل سے نہیں تو کوئی نتیجہ اس کا نہیں۔ میری بیعت سے خدا دل کا اقرار چاہتا ہے پس جو سچے دل سے مجھے قبول کرتا اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے غفور و رحیم خدا اس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔ تب فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایک گاؤں میں اگر ایک آدمی نیک ہو تو اللہ تعالیٰ اس نیک کی رعایت اور خاطر سے اس گاؤں کو تباہی سے محفوظ کر لیتا ہے۔ لیکن جب تباہی آتی ہے تو پھر سب پر پڑتی ہے مگر پھر بھی وہ اپنے بندوں کو کسی نہ کسی نہج سے بچا لیتا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اگر ایک بھی نیک ہو۔ تو اس کے لئے دوسرے بھی بچائے جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۶۳)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

- محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب -

ربوہ ۲۰ مارچ بوقت ۹ بجے صبح

کل دن بھر حضور کی طبیعت اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی رہی۔ اِس وقت بھی طبیعت اچھی ہے

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولےٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین

حضرت سیدہ ام وسیم احمد صاحبہ کی علالت

حضرت سیدہ ام وسیم احمد صاحبہ کی طبیعت تاحال ناساز چلی آرہی ہے۔ احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالےٰ سیدہ موصوفہ کو اپنے فضل سے جلد کامل صحت عطا فرمائے۔ آمین

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۲۱ مارچ ۶۲ء

ربنا ما خلقت ھذا باطلا

سواد ہر یہ خیال کے لوگوں کے جو مادہ ہی کو زندگی کی ابتداء اور انتہا سمجھتے ہیں تمام انسان انسانی زندگی کی روحانی حالتوں کے قایل ہیں۔ کم و بیش ہر ایک انسان یہ مانتا ہے کہ انسانی زندگی کے تین پہلو ہیں جسمانی۔ دماغی اور روحانی۔ تمام مادی اعمال مثلاً اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا کھانا پینا جسمانی اعمال میں آتا ہے۔ اگر انسان کا جسم نہ ہو تو یہ مختلف حرکات بھی کوئی وجود نہیں رکھتیں۔ ان کے بعد دماغی حالتوں کا نمبر ہے۔ سوچنا۔ کسی کام کو سمجھ کر کرنا۔ سمجھ کر اس سے نتائج اخذ کرنا وغیرہ دماغی اعمال ہیں۔ سوچ اور غور کا بھی اس لحاظ سے جسمانیت اور مادیت سے تعلق ہے۔ آگ میں ہاتھ نہ ڈالنا کہ جل جائے گا اس وجہ سے ہے کہ انسان میں سوچ کا مادہ ہے وہ سوچ کر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جل جاتا ہے۔ اگرچہ یہ عمل غیر محسوس فوری طور پر ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے۔ اسی طرح انسان کا روحانی احساس اس کو بتاتا ہے کہ فلاں کام اگر کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ کسی اگلی دنیا میں آخر میں نقصان دہ ہوگا گو بظاہر اس دنیا کی حد تک وہ نتیجہ پیدا نہ ہو سکتا ہو۔ یہ احساس یقیناً عقل انسانی سے بلند تر ہوتا ہے۔ یہ تین درجے یا انسانی زندگی کی تین حالتیں نہایت واضح ہیں۔ بعض لوگ صرف مادہ اور عقل کو ہی مانتے ہیں۔ حالانکہ عقل مادہ سے ایک بالکل الگ کیفیت ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ مشکل ہوتا ہے کہ وہ ثابت کریں کہ عقل مادہ ہی کی ایک حالت ہے کیونکہ بظاہر خالص مادہ میں اس کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے زیادہ سے زیادہ وہ یہ مانتے ہیں کہ مادہ میں مختلف خاصیتیں پائی جاتی ہیں اور مختلف عناصر کے ملنے سے سوچ اور عقل کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے مگر وہ اس کا کوئی ثبوت نہیں دے سکتے وہ کہتے ہیں کہ جس طرح آکسیجن اور کاربن کے ملنے سے آگ پیدا ہوتی ہے اسی طرح بعض عناصر کی اسی طرح کی آمیزش سے دماغ پیدا ہوتا ہے جس سے خیالات کی لہریں نکلتی ہیں مگر وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ عناصر کس طرح باہم مل کر ایسی خاصیت حاصل کر لیتے ہیں سب سے پہلے۔ ان عناصر کو پوری مقدار اور اندازے سے کس نے ملایا۔ جس سے دماغ بنا اور اس سے خیالات کی لہریں اٹھنے لگیں۔

جو لوگ ذرا آگے سوچتے ہیں وہ اس سے ایک ایسے وجود پر استدلال کرتے ہیں جو مادہ کو صحیح مقداروں میں خاص اندازوں کے ساتھ ملاتا ہے۔ ایک اچھا سائینسدان اس پُر حکمت کارخانۂ حیات کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کوئی نہ کوئی وجود ایسا ہونا چاہیئے جس کی حکمتوں سے یہ زندگی وجود میں آتی ہے اور جو انسانی دماغ کو اس طرح بناتا ہے کہ اس سے خیالات کی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ دانشمند لوگ اس کارخانہ حیات کی حکمتوں کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتے ہیں اور ان کے لئے کوئی چارہ نہیں رہتا کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ۔ اس طرح ایک صحت مند فکر و غور کرنے والا فلسفی یا سائینسدان اللہ تعالیٰ کے وجود کا مجبوراً قایل ہوتا ہے۔

ایسے لوگوں سے جو نچلے درجہ کے سائینسدان ہوتے ہیں وہ ان حکمتوں پر غور نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے یہی مادہ ہی مادہ ہے اور اگر سرسری نظر سے دیکھا جائے تو دنیا میں انسان جو اعمال کرتا ہے ان کا مادی پہلو ہی غالب ہوتا ہے ایسے لوگ زیادہ سے زیادہ "لاادریت" کے اصول کے قایل ہو سکتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ مادہ میں ایسی خاصیتیں کیوں ہیں اور کہاں سے آئی ہیں ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ہم اس مادہ سے اپنی مادی زندگی کے قیام میں کام لے سکتے ہیں۔

ایسے لوگ چونکہ ظاہری حواس پر ہی اعتماد رکھتے ہیں اس لئے وہ مادی تغیر و تبدل سے متاثر ہوتے ہیں اور اسی کے رد و بدل میں اپنی زندگیاں خرچ کر دیتے ہیں۔ ان کا اصول یہ ہوتا ہے کہ پیدا ہوئے۔ کھایا پیا۔ کام کیا اور مر گئے۔ آج کل دنیا میں یہی اصول چھایا ہوا ہے اور جب جب دنیا کی تباہی کے سامان بنتے ہیں ایسے ہی خیالات کی کثرت کی وجہ سے بنتے ہیں جب اکثریت کی ذہنیت ایسی بن جاتی ہے تو دنیا میں جرائم کا دروازہ کھل جاتا ہے انسان نیکی بدی کے خیالات سے الگ ہو جاتا ہے۔ دوسروں کے حقوق کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اسکو صرف اپنی زندگی کی آسودگی سے غرض ہوتی ہے اس زمانیت کی وجہ سے انسانوں میں باہمی تصادم بڑھ جاتا ہے۔ محبت رواداری۔ حسن و احسان وغیرہ تمام انسانی اوصاف دب جاتے ہیں۔ دنیا ایک شیطانی کارخانہ بن جاتی ہے۔ ظلم و فساد عام ہو جاتا ہے اور راہنمائی کیلئے صرف کمزور سا جذبہ مصالحت رہ جاتا ہے جسکی طاقت تار عنکبوت سے زیادہ نہیں ہوتی۔ انسان اپنے نفس کا بندہ بن جاتا ہے۔ ماں، باپ، بھائی، رشتہ دار، دوست وغیرہ کے مفادات سے اندھا ہو جاتا ہے۔ کوئی اخلاقی پابندی نہیں رہتی۔ اگر کوئی خوف ہوتا ہے تو صرف قانون کا ہوتا ہے لیکن جب وہ سمجھتا ہے کہ وہ قانون کے مواخذہ سے بھی بچ سکتا ہے تو یہ خوف بھی اس کے دل سے اٹھ جاتا ہے۔

سوچنے والے لوگ جب یہ حالت دیکھتے ہیں تو وہ محسوس کرتے ہیں کہ انسانی زندگی میں کوئی نہ کوئی خامی رہ گئی ہے ایسی حالت میں وہ لوگ بھی جو سمجھتے ہیں کہ اس پُر حکمت زندگی کا کوئی بنانے والا ہونا چاہیئے وہ بھی ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور تذبذب میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کائنات کی واقعی کوئی دانشمند ہستی بنانے والی ہے تو دنیا کی یہ حالت کیوں ہو گئی ہے۔ جرائم کیوں ہوتے ہیں۔ ظلم کیوں ہوتا ہے۔ اس طرح "ہونا چاہیئے" کی سطح بھی ایک پھسلنی سطح ہے۔ ایسے لوگ اگر اخلاقی حالتوں کے قایل بھی ہوں تو ان کے اس جذبہ میں کوئی طاقت نہیں ہوتی وہ اخلاق اور بداخلاقی میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے کیونکہ وہ انسانی زندگی کی اس تیسری حالت سے ناآشنا ہوتے ہیں جس کو روحانی حالت کہتے ہیں۔

یہ لوگ بھی دنیوی زندگی میں ایک خلا محسوس کرتے ہیں مگر نہ تو اس خلا کی ماہیت کو سمجھتے ہیں اور نہ اس خلا کو پُر کرنے کا کوئی ذریعہ معلوم کر سکتے ہیں وہ دنیا کی حکمتوں کو دیکھ کر صرف یہ قیاس کر لیتے ہیں کہ ایسا پُر حکمت کارخانۂ حیات بغیر کسی دانشمند ہستی کے چل نہیں سکتا مگر وہ روحانی حالتوں سے بے خبر ہونے کی وجہ سے یہ سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں کہ زندگی کے ان خلاؤں کو پُر کیا جا سکتا ہے۔ آج تمام دنیا کی یہی حالت ہو چکی ہے انسانوں کی اکثر اکثریت اسی حالت میں ہے کہ ایک کونا تو اس کا خالص مادیت پر منتج ہوتا ہے اور دوسرا "لاادریت" پر۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان مادی ترقیوں میں تو بہت آگے بڑھ گیا ہے مگر زندگی کا حقیقی اطمینان اس کو حاصل نہیں۔ اسکی تمام دوڑ نفس امارہ کے حدود کے اندر ہے اگرچہ وہ نفس لوامہ کی حدود کو بھی چھو لیتا ہے۔ لیکن نفس مطمئنہ سے بالکل ناآشنا ہے۔ بھوک پیاس۔ لذائذ نفسانی اسکی دوڑ دھوپ کا میدان ہے۔ البتہ کبھی کبھی جب وہ زندگی کے خلائی پہاڑوں سے ٹکراتا ہے تو سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ خیال دیرپا نہیں ہوتا کیونکہ اسکی تمام دنیا نفسانیت کے اصنام سے پٹی ہوتی ہے وہ ایک ایک بُت کے آگے سجدہ ریز ہوتا ہے مگر اسکو تسکین نہیں ہوتی۔

سوال یہ ہے کہ اگر واقعی اس پُر حکمت کارخانۂ حیات کا کوئی صانع ہے تو کیا اس نے زندگی کے ان خلاؤں کو پُر کرنے کا کوئی سامان نہیں کیا؟ یہ ایک معمولی عقل کا سوال ہے۔ اگر کوئی معمار ایک مکان تعمیر کرتا ہے اور اس میں کوئی بیٹھنے، سونے۔ کھانے۔ آرام کے لئے جگہ نہیں ہوتی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ معمار تو نرا گودڑی ہے۔ ایسی عمارت کے بنانے کا فائدہ ہی کیا جس کو ہم استعمال نہیں کر سکتے۔ جس میں ہم کو ذرا چین اور سکھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر ہماری زندگی کی عمارت میں ایسے خلا موجود ہیں جن کو پُر نہیں کیا جا سکتا تو کہا جا سکتا ہے اس کی بنانے والی قطعاً (نعوذ باللہ) کوئی دانشمند ہستی نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا پر مادیاتی تصور غلبہ پا لیتا ہے تو اکثر لوگوں کے دلوں میں یہی سوال پیدا ہوتا ہے۔

جب یہ حالت ہو جاتی ہے اور دنیا حیرت میں غرق ہونے لگتی ہے اور اپنے تیار کئے ہوئے جہنم میں پڑنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ آگے آتا ہے اور وہ انسانوں ہی میں سے ایک انسان کو چُن لیتا ہے جو آکر پکارتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ" کا وجود نہ صرف "ہونا چاہیئے" بلکہ وہ فی الواقعہ "ہے"۔ آؤ میں تم کو آنکھوں سے دکھاؤں۔ کانوں سے اس کی آواز سناؤں اور جن کی آنکھیں ہوتی ہیں وہ دیکھنے لگتے ہیں اور جن کے کان ہوتے ہیں سننے لگتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں۔

ربنا ما خلقت ھذا باطلا
سبحانک فقنا عذاب النار۔

ہر صاحب استطاعت احمدی کا فرض ہے کہ وہ اخبار الفضل خود خرید کر پڑھے اور غیر از جماعت احباب کو پڑھنے کے لئے دے!

پھر دیارِ دوستاں سے کچھ خبر آئی تو ہے

پھر دیارِ دوستاں سے کچھ خبر آئی تو ہے
زندگی کی شب میں تھوڑی سی سحر آئی تو ہے

پھر اُبلتا ہے اُفق پر چشمۂ آبِ حیات
پھر کرن ظلمت کا سینہ چیر کر آئی تو ہے

دیکھنا ہم کو تہ دستوں کی دعاؤں کا اثر
جھک کے تا دستِ تہی شاخِ ثمر آئی تو ہے

خاک سے اُٹھی ہے یا افلاک سے نازل ہوئی
ایک دل آویز سی آواز پر آئی تو ہے

پھر مسیحا نے اُجالے میں وہی دلکش نقوش
پھر نظر تنویر اُن کی راہ گزر آئی تو ہے

صداقتِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موضوع پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت روح پرور اور ایمان افروز تقریر

احمدیت نے جو اصول دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں وہ سب کے سب عقل نقل اور جذبات صحیحہ کے مطابق ہیں

اس زمانہ میں اسلام پر زندہ اور حقیقی ایمان احمدیت کے ذریعے ہی پیدا کیا جاسکتا ہے

فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۱ء بمقام ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۵۱ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ۲۷ دسمبر کو جو بصیرت افروز تقریر فرمائی تھی۔ اس میں حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک بالکل نئے اور اچھوتے انداز میں روشنی ڈالی تھی اور بتایا تھا کہ احمدیت نے جو اصول دنیا کے سامنے پیش فرمائے ہیں وہ سب کے سب عقل نقل اور جذبات صحیحہ کے مطابق ہیں اور آخری اصول دنیا میں قائم ہو کر رہیں گے۔ حضور کی یہ ایمان افروز تقریر ابھی تک شائع نہیں ہوئی تھی۔ اب جبکہ "یوم مسیح موعود" کی تقریب سعید پر "الفضل" کا ایک خاص نمبر شائع ہو رہا ہے۔ اس تقریر کا ایک بڑا حصہ ادارہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر احباب کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے لاکھوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔

حضور نے فرمایا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

والعصران الانسان لفی خسرالاالذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (سورۃ العصر ع۱)

یعنی دنیا پر نظر کرکے اور

تاریخ عالم پر غور

کرکے تمہیں دکھائی دے سکتا ہے کہ ہر طرف گھاٹا ہی گھاٹا اور تباہی ہی تباہی اور جھگڑے ہی جھگڑے پائے جاتے ہیں۔ صرف ایک ہی چیز ہے جو ان تمام بد اثرات سے پاک نظر آسکتی ہے۔ اور وہ مومن انسان ہے جو عمل صالح کرتا ہے اور تواصی بالحق کرتا ہے اور تواصی بالصبر کرتا ہے۔ گویا یہ چار چیزیں ایسی ہیں۔ جو ساری دنیا کے فسادات کا علاج ہیں۔ جن میں سے پہلی اور

سب سے اہم چیز ایمان

ہے۔ یہ سیدھی بات ہے کہ اگر ایمان کامل کسی کو نصیب ہو جائے تو پھر دنیا کی مشکلات اور دنیا کی تکالیف۔ اس کی نگاہ میں بالکل بے حقیقت ہو جاتی ہیں۔

احادیث میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ ایمان کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ اور جب وہ کسی شخص کو سچے طور پر حاصل ہو جائے۔ تو اس کی نگاہ میں دنیا کتنی بے حقیقت ہو جاتی ہے

اُحد کی جنگ

میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس کے نتیجہ میں لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تمام مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ اور عورتیں اور بچے بلبلاتے اور چیختے ہوئے میدانِ جنگ کی طرف دوڑ پڑے۔ شہر سے نکلنے والی عورتوں میں ایک ستر سالہ بڑھیا بھی تھی اس کی بینائی بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اور اسے نہایت قریب سے ہی کوئی چیز نظر آتی تھی۔ دور کی چیز کو وہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ زیادہ تر وہ دوسرے کو

آواز سے پہچانتی تھی

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس وقت میدانِ جنگ سے بخیریت واپس تشریف لا رہے تھے۔ اور آپ کی خاص طور پر حفاظت کرنے کے لئے ایک انصاری صحابی رضؓ آپ کے ساتھ ساتھ چلے آ رہے تھے۔ اور وہ اس فخر میں آپ کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھے کہ ہم خدا کے رسول کو

میدانِ جنگ

سے زندہ و سلامت لے آئے ہیں۔ ان کے ایک دوسرے بھائی اسی جنگ میں شہید ہو چکے تھے۔ جب مدینہ سے عورتوں اور بچوں کا ایک ریلا روتا اور چلاتا ہوا نکل رہا تھا تو اس صحابی نے دیکھا کہ ان کی ستر سالہ بڑھیا ماں بھی بے تابی کے ساتھ چلی آ رہی ہے۔ اس نابینا بڑھیا کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اسے رستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور وہ

پریشانی کے عالم میں

ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ جب اس صحابی رضؓ نے اپنی ماں کو دیکھا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ میری ماں یا رسول اللہ میری ماں۔ مطلب یہ تھا کہ اس کا جوان بیٹا بڑھاپے کی عمر اور کمزوری میں مارا گیا ہے آپ اس کی طرف توجہ فرمائیں۔ تاکہ اس کے

دل کو تسکین

حاصل ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس بات کو سمجھ گئے۔ وہ بڑھیا قریب آئی تو آپ نے فرمایا میری اونٹنی کو کھڑا کرو۔ پھر آپؐ نے اس عورت کو مخاطب کیا اور فرمایا اے خاتون میں تمہارے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کو

شہادت کا رتبہ

دیا وہ تمہیں صبر دے اور تمہارے اس غم کو دور کرے۔ نظر کی کمزوری کی وجہ سے وہ عورت اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی کہ یہ آواز مجھے کہاں سے آ رہی ہے وہ تو یہی سمجھتی تھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اور آواز تھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ دیکھتے دیکھتے آپ کے چہرہ پر اس کی نظر پڑ گئی۔ اور اس نے دیکھ لیا کہ آپ ہی ہیں اور آپ ہی بول رہے ہیں۔ اس پر تنک کر جیسے عورت خفگی میں بولتی ہے کہنے لگی یا رسول اللہ آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں یا رسول اللہ میرے بیٹے کا یہاں کیا ذکر ہے۔ سوال تو آپ کی زندگی کا تھا۔ سو آپ خیریت سے آ گئے۔ بیٹے مرتے پھریں ان کا کیا سوال ہے۔

تو

حقیقت یہ ہے

کہ اگر ہم کو خدا مل جائے اور اگر ہر قسم کے خطرات کو مول لینے کے بعد خدا کا دامن ہمارے ہاتھ میں آ جائے۔ تو ہم تو یہی کہیں گے کہ قوم کیا ہوتی ہے۔ قومیں آئیں رہیں یا جائیں خدا ہمارا مددگار ہے۔ پس ہمیں ایمان کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور سوچنا چاہیئے کہ آیا ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ

خدا کے منشاء کے مطابق

ہے یا وہ اس معیار تک پہنچتا ہے جس معیار تک پہونچنے کے بعد انسان ہر قسم کے روحانی خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ پہلی چیز ایمان ہے دوسری چیز عمل صالح ہے تیسری چیز وصیت بالحق اور چوتھی چیز وصیت بالصبر ہے۔

ان میں سے میں

پہلی چیز کو لیتا ہوں

یعنی ایمان۔ ہم منہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ایمان ایمان۔ یا ایمان کا کیا ہے۔ اللہ کا فضل ہے الحمد للہ ہمیں ایمان نصیب ہے۔ لیکن ہم کبھی یہ نہیں سمجھتے کہ ایمان ہوتا کیا

ہے۔ کیا ایمان صرف پانچ حرفوں کے جمع ہونے کا نام ہے۔ آخر ہر چیز کی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ خربوزہ کی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ آم کی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ ہم کپڑے کا لفظ بولتے ہیں تو اس کی بھی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ کپڑا کھدر بھی ہے۔ کپڑا کمخواب بھی ہے۔ کپڑا ازر لفت بھی ہے۔

پس ہمیں سوچنا چاہیئے کہ آخر یہ جو

لفظِ ایمان

ہے اس کا کیا مفہوم ہے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ جب ہمارے دماغ میں کوئی عقیدہ راسخ ہوگیا۔ اور ہم نے سمجھ لیا کہ فلاں چیز سچی ہے۔ اور ہم نے منہ سے کہہ دیا کہ یہ چیز سچی ہے۔ تو گویا ہم کو ایمان نصیب ہوگیا۔ حالانکہ اسلام یہ معنے نہیں کرتا۔ ایمان کا لفظ امن سے نکلا ہے۔ اور امن تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں۔ روزانہ بحث ہوتی ہے کہ

دنیا میں امن ہونا چاہیئے

امن ہونا چاہیئے گو ساتھ ہی یہ بھی بحث ہوتی ہے۔ کہ جہاں احمدی جلسہ ہو اس میں سر پھٹول ہونی چاہیئے۔ اور ان کے جلسہ کو برخاست کر دینا چاہیئے۔ بہرحال ایمان کے معنے ہیں امن دینا سو اب ایمان کے معنے خالی عقیدہ کے مان لینے کے نہ ہوئے ایمان تو اس چیز کو کہیں گے کہ کسی عقیدہ کو ایسا مان لینا جو امن دے دے۔ اگر اس کے ساتھ امن مل گیا ہے تو وہ ایمان ہے اور اگر امن نہیں تو نام ہے ایمان نہیں۔ اب ایک امن تو وہ ہے جو ہمارے دیکھنے میں نہیں آتا۔ مثلاً لوگ کہتے ہیں الحمدللہ ہم دوزخ سے بچ جائیں گے۔ اور جنت میں چلے جائیں گے سو دوزخ کو کس نے دیکھا اور جنت کو کس نے دیکھا

ہندو بھی یہی کہتا ہے

کہ میں دوزخ سے بچ گیا اور جنت میں چلا گیا۔ کتے۔ سور۔ بلی بن گئے تو دوزخ ہوگئی۔ آدمی بن گئے تو جنت ہوگئی۔ بس وہ بھی یہی کہتا ہے۔ بدھ بھی یہی کہتا ہے کہ برے اعمال ہوں گے تو جونیں بھگتوں گا۔ برے اعمال نہ ہوئے تو نہیں بھگتوں گا۔ عیسائی بھی یہی کہتا ہے کہ جس کے

بُرے اعمال

ہوں گے وہ ہمیشہ ہمیش کی دوزخ میں جائے گا۔ اور آگ اور پتھر اور گندھک اور کئی بلاؤں میں وہ جلایا جائے گا۔ اور اگر عیسائیت پر پکا ایمان ہوا اور مسیح پر پختہ ایمان ہوا تو اگلے جہان میں نہایت ہی خوشحال قلب کے ساتھ رہے گا۔ تو کیا فرق ہے ہمارے ایمان کا لفظ کہتے ہیں اور ان کے ایمان کے کہنے میں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمیں ایمان حاصل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز بھی ہو جس کو ہم دیکھ سکیں۔ تو ہم اس سے

ایمان کی حقیقت

پہچانیں گے۔ اگلے جہان کی جو جنت ہے وہ عقل سے پہچانی نہیں جاسکتی۔ اور نہ رویت میں آتی ہے۔ صرف عقیدہ پر اس کی بنیاد ہے۔ قرآن کہتا ہے تو ہم مانتے ہیں۔ انجیل کہتی ہے تو عیسائی مانتے ہیں۔ وید اور اپنشد کہتے ہیں تو ہندو مانتے ہیں بدھ مذہب کی کتابیں کہتی ہیں تو بدھ مانتے ہیں۔ زرتشتی کتابیں کہتی ہیں تو وہ مانتے ہیں۔ نہ کسی نے دیکھا۔ نہ کوئی

عقلی دلیل

ایسی ہے۔ جس کے ذریعہ اس کے وجود کو سامنے لاسکیں۔ اب اگر کوئی ایسی دلیل ہم کو مل جائے جسے دوسرے کے سامنے ہم ثابت کرسکیں۔ اور کہہ سکیں کہ لو یہ معیار ہے اور اسے ماننا پڑے کہ یہ ٹھیک ہے۔ تو پھر بے شک ہم کہیں گے کہ چونکہ ایمان کے پہچاننے کی دلیل صرف ہمارے پاس ہے تمہارے پاس نہیں۔ اس لئے ایمان صرف ہمارے پاس ہی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

ایمان کی کیا تعریف کی ہے

اس طرح آہستہ آہستہ اس کے معنے ہم پر کھلتے جائیں گے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان کا چھوٹے سے چھوٹا مزہ جو انسان کو حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ

من کان ان یلقی فی النار احب الیہ من ان ترجع فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ (مسلم جلد ا کتاب الایمان)

یعنی ایمان لانے کے بعد اگر اسکو آگ میں ڈال کر جلا دیا جائے۔ تو وہ اس کو نہایت ہی پسند کرے گا۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ اپنے اس عقیدہ کو چھوڑ دے اور کفر کی طرف لوٹ جائے۔ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کفر سے بچا لیا ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے

کہ پرانے زمانہ کی امتوں میں سے جن کو ایمان نصیب ہوتا تھا لوگ ان کے سروں پر آرے رکھ کر انہیں چیر دیتے تھے۔ اور وہ کٹ کر دو ٹکڑے ہوجاتے تھے۔ لیکن اپنی بات پر قائم رہتے تھے۔ صحابہؓ میں اس کی نظیریں بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں حضرت بلالؓ کو بھوکا رکھا جاتا تھا۔ چوبیس گھنٹے ان کی خوراک کو بند رکھتے اس کے بعد ان کو تپتی ہوئی ریت پر لٹاتے بڑا سا گرم پتھر ان کے سینہ پر رکھتے۔ اور پھر ایک آدمی ان کے سینہ پر چڑھ جاتا اور کودتا اور پھر کہتے تھے کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جھوٹے ہیں اور خدا تعالےٰ کے اور بھی شریک ہیں۔ یہ لات منات اور عزیٰ جو ہیں یہ سب

خدا کے شریک ہیں

زبان ان کی اٹک جاتی تھی۔ گلا ان کا خشک ہوجاتا تھا۔ حبشیوں کے منہ سے پول بھی شین نہیں نکلتا۔ جس وقت ان کو بہت پیٹتے تو وہ کہتے تھے اسھد ان لا الہ الا اللہ اور جب بالکل ہی بے دم ہوجاتے تو فرماتے تھے احد احد یعنی خدا ایک ہی ہے۔ غرض اس کا نمونہ مسلمانوں میں موجود ہے کہ کس کس طرح انہیں تکلیفیں دی گئیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنے عقیدہ پر قائم رہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ بھی مسلمان کہلانے والے لوگ ہوتے ہیں جو معمولی لالچ کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتے۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

سنایا کرتے تھے کہ کوئی مولوی صاحب میرے دوست تھے اور مجھے ان پر بڑی حسن ظنی تھی۔ بظاہر بڑے نیک اور نمازی نظر آتے تھے۔ ایک دن کسی نے مجھے آکر کہا کہ آپ فلاں مولوی صاحب کی بڑی قدر کرتے ہیں وہ تو بڑا ذلیل قسم کا آدمی ہے میں نے کہا نہیں بڑا اچھا آدمی ہے۔ کہنے لگا فلاں لڑکی جو شادی شدہ تھی۔ اس کی اس نے دوسری جگہ شادی کردی ہے۔ میں نے کہا تم الزام لگاتے ہو۔ ایک دو دن کے بعد مولوی صاحب جو مجھے ملنے کے لئے آئے۔ تو میں نے کہا مولوی صاحب میں تو نہیں مانتا۔ لیکن کسی شخص نے یہ بات بتائی ہے۔ اور

میرا فرض ہے

کہ آپ کو وہ بات پہنچا دوں۔ اس نے کہا ہے کہ آپ نے ایک شادی شدہ عورت کا دوسری جگہ پر نکاح پڑھ دیا ہے کہنے لگا شادی شدہ عورت کا دوسری جگہ پر نکاح۔ مولوی صاحب آدمی کو چاہیئے کہ پہلے تحقیقات کرے اور پھر دیکھے کہ کیا بات ہے یونہی کسی پر الزام نہیں لگانا چاہیئے۔ میں نے کہا یہی تو میری غرض تھی اور میں خوش ہوگیا۔ کہ معلوم ہوتا ہے بات جھوٹی ہے اور یہی میرا مطلب تھا۔ لیکن اس کے بعد کہنے لگا مولوی صاحب یہ بتائیے۔

نمبردار نے چڑی جڈا روپیہ
جے کڈھ کے میرے سامنے
رکھ دتا تے میں کی کردا"

آپ فرماتے تھے میں نے سمجھا تھا کہ خبر نہیں مارا ہوگا پیٹا ہوگا گھر سے نکال دیا ہوگا اور کیا کیا زمینداروں نے ظلم کیا ہوگا۔ آخر کہلوا لیا ہوگا۔ مولوی تھا ڈر گیا۔ مگر ظلم کیا نکلا۔ مجبوری کیا نکلی۔ مجبوری یہ نکلی کہ چڑی جڈا روپیہ کڈھ کے اگے رکھ دتا تے میں کی کردا۔ یہ

آج کل کے مسلمانوں کی حالت

ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ آگ میں تم کو جلا دیا جائے مگر تمہارے دل میں جو یقین اور وثوق پیدا ہوچکا ہو وہ نہ نکلے۔ اور تم اپنی بات پر قائم رہو۔ اور یہ بھی

ادنیٰ درجہ کا ایمان

ہے اس کے اوپر ایمان بڑھتا چلا جاتا ہے اب ہم ایمان کے سمجھنے میں ایک قدم قریب ہوگئے۔ لیکن یہ بھی بات ہے کہ ہر شخص کو آرے سے تو چیرا نہیں جاتا۔ ہر شخص کو تو آگ میں نہیں ڈالا جاتا۔ ہر شخص کو تو پہاڑ سے گرایا نہیں جاتا۔ جس کو گرائیں گے اس کو تو پتہ لگ جائے گا کہ ایمان اسے نصیب ہے یا نہیں ہمیں کس طرح پتہ لگے گا۔ اس کو تو پتہ لگ گیا۔ کہ

ایمان کی یہی طاقت ہے

ہمیں کس طرح پتہ لگے گا یہ معیار اگر مل جائے تو پھر بے شک ہم مطمئن ہوجاتے ہیں کہ ہمیں ایمان حاصل ہے۔

سائیکل ٹرائیکل اور بچہ گاڑیاں مضبوط خوبصورت اور ارزاں ملنے کا پتہ محبوب عالم اینڈ سنز راجپوت سائیکل ورکس نیلا گنبد لاہور

اس کے پہچاننے کے لئے ہم کو

یہ مسئلہ یوں سمجھنا چاہیئے

کہ ایمان کے معنے بیان کرتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان اس عقیدہ کا نام ہے جو غیر متزلزل ہو یعنی وہ کسی صورت میں بھی متزلزل نہ ہو سکے۔ اب ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہدایت لے کر خدائی قانون کی طرف جاتے ہیں کہ غیر متزلزل کونسی چیز ہوا کرتی ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ کسی چیز کو عام حالات میں کیا بات متزلزل کردیا کرتی ہے۔ یوں تو ایک پاگل ہوتا ہے وہ ہر بات کے متعلق قیاس کر لیتا ہے سوال یہ ہے کہ ایک انسان جو معمولی عقل کا انسان ہے اور مشترک عقل اس میں پائی جاتی ہے وہ کیوں متذبذب ہوا کرتا ہے۔ اگر تم غور کروگے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ

تین چیزیں ہیں

جن کی وجہ سے انسان متزلزل ہوا کرتا ہے ایک متزلزل کرنے والی چیز ہوتی ہے عقیدۂ اور نقل۔ ایک شخص کو یقین ہے کہ قرآن سچا ہے اس کو اگر آکر کوئی کہے کہ قرآن میں یہ لکھا ہوا ہے تو چاہیے اس کا کوئی عقیدہ ہو اگر وہ قرآن کو سچا سمجھتا ہو گا تو فوراً کہہ دے گا کہ میری غلطی ہے قطع نظر اس کے کہ وہ بات ٹھیک ہے یا نہیں یہ جانے دو لیکن جس کو کسی چیز پر عقیدت ہو جس کو نقل کہتے ہیں یعنی حوالہ کہ تمہارے مذہب میں یا فلاں کتاب میں یوں لکھا ہوا ہے اُس کی وجہ سے انسان اپنے عقیدہ پر پکا ہوتا ہے۔ جب اس سے ہٹا دو کہ یوں نہیں تو وہ بدل جاتا ہے۔

میں نے پہلے بھی

کئی دفعہ سنایا ہے

کہ مولوی نظام الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک پرانے دوست ہوا کرتے تھے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے بھی وہ دوست تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ مسیحیت کیا اور انہوں نے مخالفت کی اور کفر کے فتوے لگائے تو مولوی نظام الدین صاحب اس وقت حج کے لئے گئے ہوئے تھے انہیں حج کا بڑا شوق تھا یا وہ حج انہوں نے کئے تھے جب حج سے واپس آئے اور انہوں نے سنا کہ اس طرح جھگڑا ہو گیا ہے تو انہیں بڑا افسوس ہوا اور قادیان پہنچے حضرت صاحب بیٹھے تھے کہنے لگے میں نے حج سے واپس آکر کچھ باتیں سنی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا آپ نے کیا سنا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے سنا ہے آپ کہتے ہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا میاں صاحب

بات تو ٹھیک ہے وہ کہنے لگے قرآن میں تو اس کے خلاف لکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اگر قرآن میں اس کے خلاف لکھا ہوتا تو ہم فوراً چھوڑ دیتے۔

یہی تو سوال ہے

ہم کہتے ہیں قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور وہ کہتے ہیں نہیں لکھا وہ کہنے لگے قرآن میں تو بیسیوں آیتیں ہیں آپ نے فرمایا بیسیوں نہیں آپ ایک ہی لے آیئے۔ انہوں نے تو اپنے مولویوں سے سنا ہوا تھا کہ قرآن میں لکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں وہ تھے اَن پڑھ مگر دیندار بہت تھے کہنے لگے اچھا اگر میں سو آیت لے آؤں تو کیا آپ مان جائیں گے آپ نے فرمایا سو کا سوال نہیں ایک ہی لے آئیں اس پر انہیں شبہ پڑا کہ شاید سو آیتیں نہ ہوں کہنے لگے اچھا اگر

میں پچاس آیتیں لے آؤں

تو کیا آپ مان جائیں گے ہم حضرت صاحب نے فرمایا میاں صاحب ہم نے کہہ جو دیا ہے کہ ایک آیت بھی لے آئیں تو ہم اپنا عقیدہ چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ اس سے پھر ان کو اور شبہ پڑا اور آخر دس پر آ گئے چونکہ ہر روز وعظ سنتے تھے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اس لئے انہوں نے سمجھا کہ کم سے کم دس آیتیں تو ضرور ہوں گی اس سے کم تو نہیں ہو سکتیں پھر کہنے لگے اچھا اقرار رہا مگر شرط یہ ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی میرا بھی دوست ہے اور آپ کا بھی دوست ہے آپ جانتے ہیں اس کے دل میں بدظنی ہو گی وہ آپ کے اقرار کو یوں نہیں مانے گا۔ لاہور میں جامع مسجد میں جاکر اعلان کرنا پڑے گا کہ میری غلطی ہے آپ نے فرمایا ضرور۔ اُن دنوں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ جموں سے چھٹی لے کر لاہور آئے ہوئے تھے اور مولوی محمد حسین صاحب نے آپ سے بحث شروع کر دی تھی کہ میرے ساتھ

وفات مسیح پر مباحثہ

کرلو اور معیار کیا ہو گا۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے قرآن اور وہ کہتے تھے حدیث۔ آخر بڑے جھگڑوں اور اشتہار بازیوں کے بعد اور پیغام رسانیوں کے بعد حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مان لیا کہ اچھا تم بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہتے ہو جو کچھ قرآن اور بخاری میں لکھا ہو گا وہ میں مان لوں گا۔ چینیاں والی مسجد میں مولوی محمد حسین صاحب بیٹھے ہوئے تھے اُن کے اردگرد اُن کے معتقد تھے اور وہ بڑے زور شور سے

کہہ رہے تھے تعلّی کی اُن کو عادت تھی کہ دیکھو نور الدین رضؓ اتنا بڑا عالم بنا پھرتا ہے سارے ہندوستان میں مشہور ہے میں نے اس کو یہ دلیل دی اور اس نے وہ دلیل دی۔ اس نے یوں کہا اور میں نے اُسے یوں کہا اور میں نے اسے یوں پٹخنی دی اور آخر اسے منوا لیا کہ حدیث بھی پیش ہو سکے گی۔ اتنے میں بد قسمتی سے

مولوی نظام الدین صاحب

وہاں پہنچ گئے اور کہنے لگے مولوی صاحب چھوڑو بھی تمہاری تو عادت ہے اینویں لمبے جھگڑے کرن دی۔ میں مرزا صاحب کو منوا آیا ہوں آپ قرآن سے دس آیتیں لکھ دیں میں ابھی مرزا صاحب کو شاہی مسجد میں لاکر سب کے سامنے اُن سے توبہ کرواؤں گا اب عین موقعہ پر جو اگر انہوں نے یہ کہا دوسرے موقع پر بات ہوتی تو شاید وہ برداشت بھی کر جاتے تعلّی تو ان کی ساری یہی تھی کہ نور الدین قرآن کہتا تھا اور میں نے حدیث منوالی۔ اس موقعہ پر جو نظام الدین صاحب نے یہ بات کہی تو مولوی محمد حسین صاحب غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے میں حدیث پھر توں حدیث ول لیا رہیا اے توں پھر قرآن ول لے گیا ایں۔ میاں نظام الدین صاحب نیک آدمی تھے جب انہوں نے یہ بات سنی تو اُن پر سکتہ سا آگیا اور بہت ہی افسردہ شکل بنا کر مجلس سے اُٹھے اور کہنے لگے

چنگا مولوی صاحب جے ایہہ گل ہے تو پھر جدھر قرآن ادھر میں

اور یہ کہہ کر وہ قادیان آئے اور انہوں نے بیعت کر لی۔ تو

حقیقت یہ ہے

کہ جب کسی شخص کو یقین ہوتا ہے نقل پر تو اسکو اگر حوالہ دیا جائے تو وہ متزلزل ہو جاتا ہے۔

دوسری چیز

متزلزل کرنے والی عقل ہوتی ہے۔ عقل کا مادہ اللہ تعالےٰ نے ہر انسان میں پیدا کیا ہے اور عقل سے انسان روزانہ فیصلہ کرتا ہے اگر کسی شخص کی سمجھ میں آجائے کہ عقل یوں کہتی ہے تو وہ بھی متزلزل ہو جاتا ہے۔

تیسری چیز

انسان کو متزلزل کرنے والی جذبات صحیحہ ہوتے ہیں بے شک عقل بھی کام دیتی ہے اور نقل بھی کام دیتی ہے لیکن اگر فطرت کوئی بات کہتی ہو تو جس کو نہ قرآن کا پتہ ہو نہ حدیث کا پتہ ہو پہاڑوں میں رہنے والا ہو وہ بھی کہہ دے گا کہ بات درست ہے مثلاً بچے کی محبت یا بچہ کے لئے قربانی کیا کسی آیت کے ماتحت ہے

یا حدیث کے ماتحت ہے یہ محض فطرت کے ماتحت کی جاتی ہے اگر کسی کے جذبات انگیخت میں آجائیں اور اُسے کہا جائے کہ یہ فطرت کے خلاف ہے کسی ماں کو کہا جائے کہ یہ بات تیرے ماں ہونے کے خلاف ہے۔ کسی باپ کو یہ کہا جائے کہ یہ تیرے باپ ہونے کی حیثیت کے خلاف ہے تو وہ فوراً یہ اپنے خیالات کو چھوڑ دے گا اور سمجھے گا کہ میں باپ ہوں جو چیز میرے باپ ہونے کے خلاف ہے اس کو میں اختیار نہیں کر سکتا۔ تو تین چیزیں ہیں جن سے کوئی چیز متزلزل ہو سکتی ہے۔ نقل عقل اور جذباتِ صحیحہ۔ جس چیز کی تائید میں نقل عقل اور جذبات صحیحہ ہوں اُس میں تزلزل کبھی نہیں آسکتا کیونکہ انہی تین چیزوں سے انسان بدلا جاتا ہے اگر یہ تینوں چیزیں اس کی تائید میں ہو جائیں تو پھر اسے متزلزل کرنے والی اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی

اب ہمارے پاس دلیل آگئی جس سے بغیر آگ میں ڈالے جانے کے۔ بغیر آرے سے چیرے جانے کے ہم پتہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے اندر ایمان موجود ہے۔ اگر ہمارے عقیدے عقل کے مطابق ہیں نقل کے مطابق ہیں۔ جذبات صحیحہ کے مطابق ہیں تو سیدھی بات ہے کہ جب تک ہمارے ہوش قائم ہیں جب تک ہم پاگل نہیں ہو جاتے ہم انہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتے فالج سے انسان چھوڑ سکتا ہے لیکن دل سے وہ کبھی الگ نہیں ہو سکتا یہی

ایمان کے پرکھنے کا ذریعہ ہے

اور وہی قوم ایماندار ہو سکتی ہے جس میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں یوں تو ہر قوم کہتی ہے کہ ہم ایماندار ہیں۔ عیسائی بھی کہتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں۔ ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں۔ سکھ بھی کہتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں زرتشتی بھی کہتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں مسلمانوں میں سے حنفی شافعی حنبلی سب کہتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ جو کچھ ان کے عقیدے ہیں اگر وہ نقل عقل اور جذبات صحیحہ کے مطابق ہیں۔ تو پھر وہ غیر متزلزل ہیں کیونکہ ایمان کی تعریف میں شامل ہیں اور اگر ان کے عقیدے اور ان کے خیالات متزلزل ہو سکتے ہیں کسی جگہ عقل کے خلاف ہیں کسی جگہ نقل کے خلاف ہیں کسی جگہ جذبات صحیحہ کے خلاف ہیں تو سمجھ لو کہ چاہے وہ کتنا ہی یقین ظاہر کرتے ہوں قسمیں کھاتے ہوں روتے ہوں۔ چلاتے ہوں جس دن بھی ان کے کان کھلے اور عقل اندر آئی جس دن بھی اُن کے کان کھلے اور نقل اندر آئی۔ جس دن بھی اُن کے کان کھلے اور جذبات صحیحہ اندر آئے اسی دن اُن کا ایمان متزلزل ہو جائے گا۔ یہی وہ ایمان ہوتا ہے جس کے متعلق کہتے ہیں کہ سہ

کیا ایک چلّو پانی سے ایمان بہہ گیا چنانچہ دیکھو

یہ ایک ایسا مسئلہ تھا

کہ اس کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غیر لوگ بھی سمجھ گئے تھے۔ وہ ایمان نہیں لائے تھے مگر سمجھ گئے تھے چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو جو تبلیغی خط لکھے تو ایک خط ہرقل کے نام بھی تھا جب اس کے پاس خط پہنچا تو اس نے کہا کہ عرب کا کوئی آدمی لاؤ جس سے میں پوچھوں کہ حقیقت کیا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ابو سفیان جو اس وقت مکہ کے سردار تھے اور اس طرح مکہ کے چند اور آدمی تجارت کے لئے وہاں گئے ہوئے تھے سپاہی انہیں پکڑ کر لے آئے اس نے ابو سفیان کے پیچھے اس کے ساتھیوں کو کھڑا کر دیا اور کہا کہ میں اس سے چند سوال کروں گا اگر یہ سچ بولے تو چپ رہنا اور اگر کسی بات میں اس نے جھوٹ بولا تو تم پکڑ لینا چنانچہ

ابو سفیان کھڑے ہو گئے

بعد میں جب وہ اسلام لائے تو انہوں نے بتایا کہ کئی جگہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں جھوٹ بولوں لیکن پھر میں رک جاتا تھا اس خیال سے کہ میرے ساتھی ہی مجھے جھٹلا دیں گے اس نے جو سوال کئے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ هل یرتد احد منهم سخطۃً لدینہ کہ کیا کوئی اس کے دین سے اس طرح بھی مرتد ہوتا ہے کہ خدا کے دین سے اسکو نفرت ہو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسے نفرت ہو جائے۔ صحابیوں سے نفرت ہو جائے روپیہ پر جھگڑا ہو جائے۔ زمین پر جھگڑا ہو جائے اور وہ مرتد ہو جائے تو یہ اور بات ہے

میرا مطلب یہ ہے

کہ جو عقیدہ یہ شخص پیش کرتا ہے مثلاً کہتا ہے خدا ایک ہے تو کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو مرتد ہونے کے بعد یہ کہنا شروع کر دے کہ مجھ پر اب ثابت ہو گیا ہے کہ خدا ایک نہیں دو ہیں۔ کیا ایسا بھی کبھی ہوتا ہے ابو سفیان نے کہا نہیں چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد تو ہوئے ہیں کئی مرتدین کا تاریخ میں ذکر آتا ہے لیکن دیکھو اس نے یہ نہیں پوچھا کہ

مرتد ہوتے ہیں یا نہیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مرتد تو لوگ ہوتے ہی ہیں شیطان خدا سے مرتد ہوا پس مرتد ہونا کوئی بات نہیں سخطۃً لدینہ اس کے عقیدہ کو غلط سمجھ کر الگ ہونا اصل چیز ہے جب اس نے کہا نہیں تو اس نے کہا بس میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے

نبیوں کی یہ علامت ہوا کرتی ہے

ان سے لڑائیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ لالچوں کے مارے بھی لوگ اُن سے الگ ہو سکتے ہیں لیکن وہ ایسی سچائی پیش کرتے ہیں کہ انسان اُس سچائی سے نفرت نہیں کر سکتا جس نے ایک دفعہ مان دہ جہاں جائے اُس عقیدہ کو وہ چھوڑ نہیں سکتا ہرقل کا یہ سوال بتاتا ہے کہ وہ جانتا تھا کہ سچے نبی کے ساتھ یہ تین چیزیں ہوتی ہیں نقل صحیح۔ عقل صحیح اور جذبات صحیح۔ جب یہ تین چیزیں ہوں تو ایمان میں تزلزل نہیں آ سکتا اسلئے وہ جب بھی مرتد ہوگا عقیدہ سے نہیں ہوگا۔

یہی چیز ہے

جس کو قرآن کریم میں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا ہے کہ ان کافروں سے کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم میں سے لوگ ہم میں آ رہے ہیں اور گو کوئی کوئی ہمارا بھی تم میں چلا جاتا ہے لیکن تم یہ تو سوچو کہ ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی (یوسف ع ۱۲) فرق یہ ہے کہ کوئی شخص میرے عقیدہ کو جھوٹا سمجھکر تم میں نہیں جاتا لالچ سے جاتا ہے ڈر سے جاتا ہے مصیبتوں سے خوف کھا کر جاتا ہے قوم کی خوشنودی کے لئے جاتا ہے اور جو میرے پاس آتا ہے وہ کسی لالچ سے نہیں آتا۔ کسی فریب سے نہیں آتا بلکہ میرے عقیدہ کو سچا سمجھ کر میرے پاس آتا ہے۔ یہ فرق ہے جو پایا جاتا ہے۔ اب دیکھو یہ کتنا

سیدھا سادہ اور واضح اصول

مقرر ہو گیا ہم ایک عیسائی کے سامنے بھی اسے ثابت کر سکتے ہیں ایک ہندو کے سامنے بھی اسے ثابت کر سکتے ہیں ایک یہودی کے سامنے بھی اسے ثابت کر سکتے ہیں آخر کوئی بتائے کہ عقلِ صحیح اور نقلِ صحیح اور جذبات صحیح کے سوا اور کونسی چیز ہے جو انسان کو متزلزل کرنے والی ہے اور یہ چیزیں جس کی تائید میں ہوں کیا اس کو کوئی متزلزل کر سکتا ہے؟ یہی حال اب دیکھو کہ کوئی شخص احمدیت

سے اس کے عقیدہ کی وجہ سے مرتد نہیں ہوتا۔ کوئی شخص تم نے نہیں دیکھا ہوگا جو یہ کہے کہ میری سمجھ میں آ گیا کہ ان کا عقیدہ درست نہیں) مرا نہیں کرتے لیکن تم سارے کے سارے اس لئے احمدی ہو کہ تم کہتے ہو سب لوگ مرا کرتے ہیں اسی طرح ہیں

کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا

جو احمدیت سے مرتد ہوا ہو اور اس نے یہ کہنا شروع کر دیا ہو کہ حضرت صاحب نے کہدیا تھا کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں یہ کتنا ظلم تھا میں تو قرآن میں بیسیوں آیتیں منسوخ دکھا سکتا ہوں۔ بیسیوں احمدی ایسے نکل آئیں گے جو کہیں گے کہ میرا مقدمہ تھا۔ خلیفہ صاحب نے غلط فیصلہ کر دیا میری جائیداد لوٹ لی۔ میری فلاں رقم کھا لی یا میری بیوی کو خلع دلا دیا اور پھر وہ چلا جاتا ہے سو دفعہ چلا جائے مگر وہ اس لئے نہیں جائے گا کہ اب مجھے پتہ لگ گیا ہے کہ قرآن میں کچھ آیتیں منسوخ بھی ہیں یا ہم کہتے ہیں

قرآن میں ترتیب ہے

اور وہ کہنا شروع کر دے کہ قرآن بے ترتیب ہے۔ تو سخطۃً لدینہ کوئی شخص احمدیت سے مرتد نہیں ہوتا لیکن سخطۃً لدینہ تم سارے کے سارے غیر احمدیت سے آئے ہو تم

سارے غیر احمدیت سے اس لئے آئے ہو کہ تمہیں وہ عقائد عقل کے خلاف نظر آئے یا نقل کے خلاف نظر آئے جذبات صحیحہ کے خلاف نظر آئے۔ بہت کم تعداد میں ہمارے ہاں مرتد ہوئے ہیں لیکن ان سب مرتدوں میں سے ہم نے کسی کو بھی نہیں دیکھا جس نے احمدیت کے عقائد کو ترک کر دیا ہو۔ ہم نے دیکھا ہے بیسیوں سال کے مرتد بھی ملیں اور ان سے پوچھا جائے کہ وفات مسیح کے متعلق کیا خیال ہے تو وہ کہتے ہیں وہ تو مرزا صاحب نے سچ ہی کہا ہے عیسےٰ تو مرا ہی ہوا ہے۔
غرض میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارے لئے

حصول ایمان کے مواقع

موجود ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے ہر شخص کے اندر ایمان موجود ہے۔ بلکہ یہ بھی نہیں کہتا کہ تم میں سے ہر شخص کے اندر ایمان موجود ہونا ضروری ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے ایسے مواقع ضرور موجود ہیں کہ بغیر اس کے کہ تم کو تلوار سے کاٹا جائے بغیر اس کے کہ تم کو آگ میں ڈالا جائے بغیر اس کے کہ تم کو پہاڑ سے گرایا جائے تم کہہ سکتے ہو کہ ہم میں

ایمان موجود ہے

تم اپنے عقیدوں کو نمبروار لکھ لو

ایک قول — فون نمبر ۲۷۸۸ — ایک زبان
احمدیوں کی کپڑے کی مشہور دکان
مجاهد کلاتھ ہاؤس
چوک بازار ملتان شہر
ہر قسم کا بہترین کپڑا مثلاً اُونی۔ ریشمی آرٹ سلک، سوتی ساڑھیاں، دوپٹے، سیٹ، لیڈی ہملٹن سیٹ وغیرہ ارزاں نرخوں پر ہم سے خرید کر فائدہ اٹھائیں۔
پروپرائیٹر:- چوہدری عبدالرزاق اینڈ سنز جالندھری

دوائی فضل الٰہی جس کے استعمال سے بفضلہ تعالیٰ نرینہ اولاد پیدا ہوتی ہے۔ مکمل کورس ۱۶/ روپے ✤ دواخانہ خدمتِ خلق رجسٹرڈ گولبازار ربوہ

اور پھر دیکھو کہ عقل ان کی تائید کرتی ہے یا نہیں۔ نقل اُن کی تائید کرتی ہے یا نہیں۔

جذبات صحیحہ

اُن کی تائید کرتے ہیں یا نہیں۔ تم زبان پر میٹھا رکھو تو تمہاری زبان چاہے دس کروڑ بادشاہ تم کو کہے کہ کھو یہ چیز کڑوی ہے وہ کبھی اُسے کڑوا نہیں کہے گی لیکن لالچ میں آجاؤ تو پانچ روپے لے کر کونین کے متعلق بھی تم کہہ سکتے ہو کہ وہ کڑوی نہیں پس لالچ اور چیز ہے ورنہ جس شخص کے ساتھ یہ تینوں باتیں مل جائیں گی وہ یقین اور وثوق کے ساتھ آپ ہی آپ فیصلہ کرسکتا ہے جوانی میں فیصلہ کرسکتا ہے۔ بچپن میں فیصلہ کرسکتا ہے کہ میں اُس مقام پر اب کھڑا ہو گیا ہوں کہ اب میرے لئے ایسے مواقع موجود ہیں کہ میرے ایمان کو کوئی ورغلا نہیں سکتا۔ نہ بادشاہتیں مجھے ہلا سکتی ہیں۔ نہ حکومتیں مجھے ہلا سکتی ہیں نہ کوئی اور طاقت ہلا سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احمدیت کے جو اصول دنیا کے سامنے پیش فرمائے ہیں وہ اگرچہ بہت سے ہیں مگر میں اس وقت صرف

دس موٹے موٹے اُصول

پیش کرتا ہوں جن سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اِس وقت حقیقی ایمان ہمارے پاس ہے یا ہمارے غیر کے پاس۔ آپ نے بتایا کہ

(۱) تمام انسان جو اب تک پیدا ہوئے اپنا کام ختم کرکے فوت ہوچکے ہیں خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے۔ خواہ روحانی بزرگ ہوں یا مادی۔

(۲) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں خاتم النبیینؐ تھے کہ تمام سابقہ نبیوں کی نبوت آپ کی تصدیق کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتی اور آئندہ آنے والے مامورین بھی آپ کی مُہر سے ہی کسی درجہ کو پہنچ سکتے ہیں محض آخری ہونا کوئی فخر کی بات نہیں۔

(۳) اسلام کا روحانی غلبہ تمام دنیا پر ہوگا۔

(۴) الہام الٰہی کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔

(۵) قرآن کریم ایک زندہ۔ ناقابلِ منسوخ اور ایک غیر محدود مطالب والی کتاب ہے۔

(۶) خدا تعالیٰ ہمیشہ اپنی قدرتوں کے ذریعہ سے اپنے آپ کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔

(۷) مذہب کی بنیاد اخلاق پر ہے۔

(۸) قانون شریعت اور قانونِ قدرت کا متشارک اور متشابہ ہونا ضروری ہے۔

(۹) اسلام کے تمام احکام حکمت پر مبنی ہیں اور اسی وجہ سے قرآن کریم کے مطالب میں ترتیب پائی جاتی ہے۔

(۱۰) خدا تعالیٰ ہمیشہ ایسے آدمی پیدا کرتا رہتا ہے جو تزکیۂ نفس کریں۔

اب ہم نمبروار

ایک ایک عقیدہ کو لیتے ہیں

اور دیکھتے ہیں کہ وہ عقائد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائے آیا نقل ان کی تائید کرتی ہے یا عقل ان کی تائید کرتی ہے۔ یا جذباتِ صحیحہ ان کی تائید کرتے ہیں اگر یہ تینوں چیزیں اُن عقائد کو درست تسلیم کرتی ہوں تو یہ لازمی بات ہے کہ وہی عقائد آخر دنیا میں قائم ہوں گے اور ہر وہ شخص جو مذہب پر ایمان رکھتا ہوگا۔ ہر وہ شخص جس کے دماغ میں عقل کا مادہ ہوگا اور ہر وہ شخص جس کی فطرت میں جذباتِ صحیحہ پائے جاتے ہوں گے وہ ان عقائد کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

پہلی چیز جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی وہ یہ ہے کہ ہر انسان خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ خواہ نبی ہو یا غیر نبی اپنا وقت ختم کرکے اور اُس طبعی عمر کو پاکر جو سنت اللہ میں پائی جاتی ہے آخر فوت ہو جاتا ہے یہ عقیدہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش فرمایا لیکن غیر احمدی علماء سُنّی کیا اور شیعہ کیا اور حنفی کیا اور شافعی کیا اور حنبلی کیا اور مالکی کیا سب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں وہ فوت نہیں ہوئے اور یہ کہ آخری زمانہ میں وہی دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور امتِ محمدیہ کی اصلاح کریں گے۔

اب اِس مسئلہ میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیا نقل اُن کی تائید کرتی ہے۔

پہلی چیز قرآنِ مجید ہے

قرآن کریم سے وہ صرف یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شُبِّہَ لھم (پ۶ سورۂ نساء ع۲۲) اور وہ اِس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں حالانکہ ایک بچہ بھی اُن کے اِس استدلال کو سُن کر ہنس پڑے گا مثلاً وہی لوگ جو اِس آیت کو پیش کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ کیا آپ کے پردادا کو قتل کیا گیا تھا یا اُن کو صلیب دیا گیا تھا اور جب وہ کہیں نہیں تو پوچھا جائے کہ پھر کیا وہ زندہ ہیں تو وہ کہیں گے نہیں وہ تو فوت ہو گئے یہ کونسی دلیل ہے کہ جسے قتل نہ کیا جائے یا صلیب پر نہ لٹکایا جائے تو وہ زندہ ہوتا ہے۔ سب ہنس پڑیں گے کہ

کیسا بیوقوفی کا سوال ہے

وہ اگر قتل نہیں ہوئے یا صلیب نہیں دئے گئے تو زندہ کس طرح ہو گئے۔ مگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق یہی الفاظ آگئے تو لوگوں نے نتیجہ نکال لیا کہ چونکہ وہ قتل نہیں ہوئے اور چونکہ وہ صلیب نہیں دئے گئے اس لئے ثابت ہوا کہ وہ زندہ ہیں۔ گویا جسے نہ قتل کیا جائے نہ صلیب دیا جائے وہ زندہ ہوتا ہے۔

اِن لوگوں کی مثال

بالکل ویسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی شخص کو بگولے نے اڑایا اور ایک باغ میں لاکر گرا دیا۔ اتفاقاً وہاں انگور کی کچھ بیلیں تھیں اُس کے اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے سے بہت سے انگور گرے اور جمع ہو گئے اُسے لالچ آئی اور اُس نے ٹوکرا بھرا اور سر پر رکھ کر گھر کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں مالک نے دیکھ لیا اور اُس نے پوچھا کہ یہ انگور کہاں لئے جا رہے ہو۔ کہنے لگا پہلے ساری بات سن لو پھر خفا ہونا۔ بات یہ ہے کہ مجھے بگولے نے اڑا کر تمہارے باغ میں پہنچا دیا۔ جہاں گرا وہاں انگور کی بیلیں تھیں۔ ہاتھ اِدھر اُدھر مارے تو انگور گر کر پاس ہی ٹوکرا پڑا تھا سب اُس میں جمع ہو گئے اب فرمائیے اِس میں میرا کیا قصور ہے اُس نے کہا

اتنا تو درست ہے

لیکن تمہیں یہ کس نے کہا تھا کہ انگور کا ٹوکرا اٹھا کر اور سر پر رکھ کر گھر کی طرف چل پڑو کہنے لگا بس یہی میں بھی سوچتا چلا آ رہا تھا کہ یہ بات کیا ہوئی۔ یہی حال اِن کا ہے کہ مسیحؑ کو قتل نہیں کیا گیا۔ مسیحؑ کو صلیب نہیں دیا گیا اِس سے ثابت ہوا کہ مسیحؑ آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے اور اب وہ سوچ رہے ہیں کہ یہ بات کیا ہوئی کیا جسے قتل نہ کیا جائے یا جسے صلیب نہ دیا جائے وہ آسمان پر چلا جاتا ہے۔ اِس کے مقابلہ میں ہم بیسیوں آیات پیش کرتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں

پھر صحابہؓ کا اجماع بھی اسی پر ہوا کہ تمام رسول فوت ہوچکے ہیں اور یہ پہلا اجماع تھا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہوا۔ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو جاتے تو حضرت عمرؓ کی تو جان ہی نکل جاتی۔ غرض نقلی طور پر کوئی چیز بھی نہیں جو ہمیں اِس عقیدہ سے متزلزل کرسکے باقی رہا عقل۔ سو عقلی طور پر

دلیل استقرائی ہمارے حق میں ہے

ہم دیکھتے ہیں کہ جو بھی پیدا ہوتا ہے وہ مرتا ہے۔ استثناء یہ لوگ بتاتے ہیں کہ عیسیٰؑ پیدا ہوا اور وہ مرا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آم کے درخت کو ہمیشہ آم ہی لگیں گے لیکن یہ لوگ ہم سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ استثنائی طور پر کیکر کو بھی آم لگ جاتا ہے ہم کہیں گے عقل اسکو نہیں مانتی

عقل یہی کہتی ہے کہ

کیکر کو آم نہیں لگ سکتا ہمیشہ آم کے درخت کو ہی آم لگے گا۔ اِسی طرح جو شخص بھی پیدا ہوا وہ مرا اور جو شخص بھی پیدا ہوگا وہ مریگا پھر عیسےٰؑ کا استثنیٰ کیسا۔

ابھی ہمارے اخبار میں ایک مضمون چھپا ہے کسی غیر احمدی نے نظم کہتے ہوئے ایک شعر کہدیا کہ ؎

جناب موسیٰ و عیسیٰ کے بعد دنیا سے
ہوئے رسولِ معظم بھی سوئے خلد رحیل

اب اِس شعر سے صاف ثابت ہوتا تھا کہ موسیٰؑ عیسیٰؑ سب فوت ہوچکے ہیں لیکن جب اس سے کہا گیا کہ دیکھو تم نے خود اقرار کرلیا ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہوچکا ہے تو اب اِس ڈر سے کہ لوگ مجھے کیا کہیں گے اس نے یہ لکھنا شروع کردیا کہ اِس کے یہ معنے تھوڑے ہی ہیں کہ عیسیٰؑ فوت ہوچکا ہے یہ تو اپنی طرف سے معنے کرلئے گئے ہیں اب بات کیا ہے بات یہ ہے کہ سچی بات مونہہ سے نکل جایا کرتی ہے کہتے ہیں

کہیں چوری ہو گئی

مگر پولیس کو چور کا پتہ نہیں لگتا تھا جس نے چوری کی تھی وہ کوئی نیا نیا چور بنا تھا اُسے خوف پیدا ہوا کہ کہیں میں پکڑا نہ جاؤں وہ پولیس کے ساتھ ساتھ رہنے لگا اور جب انہوں نے تفتیش شروع کی تو وہ اپنی عقلمندی جتانے کے لئے بتانے لگا کہ معلوم ہوتا ہے پہلے چور یہاں آیا پھر آگے بڑھا پھر اندر داخل ہوا اور آخر اُس نے اسباب اٹھا کر گٹھڑی میں باندھ لیا اس کے بعد وہ دیوار پھاند کر نکلنے لگا تو گٹھڑی اندر اور میں باہر۔ پولیس والوں نے جھٹ اُسے گرفتار کر لیا اور کہا کہ اب آپ بھی باہر نہیں رہ سکتے تو بات یہ ہے کہ دماغ میں تو یہی گھسا ہوا ہے کہ ہر شخص مرتا ہے اور عقل اسی کی تائید کرتی ہے چنانچہ جہاں بے ساختہ شعر کہنا پڑے وہاں اُن کی زبان سے یہی نکل جاتا ہے کہ موسیٰؑ کہاں اور عیسیٰؑ کہاں سب فوت ہو چکے ہیں۔

جذباتِ صحیحہ کو لے لو

تو کوئی مسلمان بھی یہ برداشت نہیں کرے گا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو جائیں اور حضرت عیسیٰؑ کو سنبھال کر رکھ لیا جائے آخر تم کونسی چیز سنبھال کر رکھا کرتے ہو اچھی چیز یا بُری چیز۔ ہمیشہ اچھی چیز سنبھال کر رکھی جاتی ہے مثلاً گھر میں کباب پکتے ہیں تو ایک دو شامی کباب تم سنبھال کر رکھ لیتے ہو کہ بچہ صبح ناشتہ کرے گا لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دال خراب ہو گئی ہو اور تم نے اُسے سنبھال کر رکھ لیا ہو کہ صبح بچے کو کھلائیں گے۔ یا اچھا کوٹ تو تم سنبھال کر نہ رکھو اور پھٹا ہوا کوٹ سنبھال لو کہ اگلے سال عید کے موقع پر پہنیں گے اگر خدا نے کسی نبی کو سنبھال کر ہی رکھنا تھا تو تم میں تو عقل ہے کہ تم شامی کباب سنبھال کر رکھو۔ سڑی ہوئی دال نہ رکھو لیکن خدا نے سنبھالنا چاہا تو محمد رسول اللہؐ کو نہ سنبھالا عیسیٰؑ کو سنبھالا۔

(۲) دوسری چیز مسئلہ نبوت ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنے بیان فرمائے ہیں کہ آپ اپنے درجہ اور روحانی کمالات میں

تمام انبیاء سابقین سے افضل و اعلیٰ ہیں

اور کسی نبی کی نبوت بھی آپ کی تصدیق کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی آپ تصدیق کرتے ہیں تو اُس کو نبی تسلیم کیا جاتا ہے اگر آپ تسلیم نہ کریں اور آپ کی مہرِ تصدیق اُس کی نبوت پر نہ لگے تو وہ کبھی نبی تسلیم نہیں کیا جا سکتا اب دیکھ لو جہاں تک نقل کا سوال ہے سارا قرآن اِس مضمون کی تصدیق کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم وضاحتاً بتاتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہلے نازل ہونے والی کتب کی تصدیق کرتے ہیں یعنی جب تک آپکی تصدیق نہ ہو اور جب تک آپ کی طرف سے اعلان نہ ہو کہ فلاں کتاب خدائی تھی اور فلاں نبی خدا کی طرف سے تھا اُس وقت تک نہ اُس کتاب کا منجانب اللہ ہونا تسلیم کیا جا سکتا ہے اور نہ اُس نبی کی نبوت تسلیم کی جا سکتی ہے عقلاً دیکھ لو کہ کیا کوئی نبی بھی دنیا میں ایسا پایا جاتا ہے جس کے حالات کو پڑھ کر ہم خود یہ فیصلہ کر سکیں کہ فلاں شخص نبی تھا۔ ہم اگر کسی کو نبی تسلیم کرتے ہیں تو محض اس لئے کہ قرآن نے کہا کہ وہ نبی تھا یا قرآن نے ہمیں

نبیوں کی شناخت کے اصول

بتائے ہیں کہ فلاں فلاں امور کا نبیوں میں پایا جانا ضروری ہے ورنہ اُن کے حالات جو بیان کئے جاتے ہیں ان کو اگر مدنظر رکھا جائے تو پھر تو کسی نبی کی نبوت کو بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا مثلاً مسیحؑ کو ہی لے لیا جائے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ لوگوں کے جن بھوت نکالتے تھے۔ اور پھر سؤروں کے گلوں پر اُن کو ڈال دیتے تھے اور وہ جھیل میں ڈوب کر مر جاتے تھے۔ انجیل کہتی ہے کہ شیطان حضرت مسیحؑ کے پاس آیا اور وہ انہیں ایک پہاڑی پر لے گیا اور کہا کہ تو مجھے سجدہ کرے تو میں ساری دنیا کی دولت اور ساری دنیا کے خزانے تجھے دے دوں گا۔ انجیل کہتی ہے کہ حضرت مسیحؑ اُن مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے جن میں شراب پی پی کر لوگ مدہوش ہو جاتے تھے بلکہ ایک مجلس میں شراب ختم ہو گئی تو انہوں نے کھڑے ہو کر یہ معجزہ دکھایا کہ جن مٹکوں میں پانی بھرا ہوا تھا وہ سب کے سب شراب سے بھر گئے۔ ہمارے شاعر تو صرف تفنن طبع کے لئے یہ کہدیا کرتے ہیں کہ ساقیا ہمیں اور پلا مگر انجیل کے بیان کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزے دکھا دکھا کر شرابیں پلایا کرتے تھے اسی طرح اور بیسیوں باتیں ہیں جو انجیل میں درج ہیں اُن باتوں کے دیکھتے ہوئے

کیا کوئی عقل مان سکتی ہے

کہ اس قسم کے انسان کو خدا رسیدہ کہا جا سکے۔ صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ کوئی ہتھکنڈے باز آدمی تھا۔ گلا ڈر کے بھاگا تو کہدیا کہ میرے پاس جن بھوت تھے جو میں نے اُن پر ڈال دیئے تھے شراب میں مدہوش لوگوں کو پانی پلا دیا اور کہدیا کہ یہ پانی نہیں تھا شراب تھی مگر جس وقت ہم قرآن کو دیکھتے ہیں۔ جس وقت ہم قرآن کی پاکیزگی اور اس کی طہارت کو دیکھتے ہیں اور پھر قرآن کو ہی یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کا رسول تھا تو ہم سر جھکا دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ عیسیٰؑ جو قرآن نے پیش کیا ہے وہ اور ہے اور وہ عیسیٰؑ جو انجیل پیش کرتی ہے وہ اور ہے۔ قرآن کا عیسیٰؑ نبی ہے۔ انجیل کا عیسیٰؑ نبی نہیں۔ گویا

ہماری مثال ویسی ہی ہوتی ہے

جیسے کہتے ہیں کہ کسی پنجابی شاعر پر کسی شخص نے جس کا نام محمدؐ تھا سخت ظلم کئے وہ کہنے لگا بہت اچھا تم ظلم کر لو میں بھی شعر کہہ کہہ کر تمہاری خوب خبر لوں گا۔ اُس نے کہا تم نے شعر کہے تو میں تم پر کفر کا فتوے لگوا دوں گا کیونکہ میرا نام محمدؐ ہے مگر وہ بھی ہوشیار تھا۔ اُس نے نظم کہی اور اُس کی خوب خبر لی مگر دو چار شعروں کے بعد وہ یہ شعر ضرور لکھ دیتا کہ ؎

جس دا اسیں کلمہ پڑھدے
اوہ محمد ہور ہے ایہہ محمد چور ہے

یہی ہماری حالت ہے انجیل والے عیسیٰؑ کا ذکر آئے تو ہم کہتے ہیں دفع بھی کرو وہ کوئی آدمی تھا لیکن قرآن کے مسیحؑ کا ذکر آئے تو ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے یہ عیسیٰؑ خدا کا نبی تھا کیونکہ اس کی نبوت پر محمد رسول اللہ کی مہر لگ گئی اب خواہ ساری دنیا حضرت مسیحؑ کی برائیاں کرے ساری دنیا ان کی طرف عیوب منسوب کرے ہم کہیں گے سب جھوٹ ہے۔ عیسیٰؑ سچ مچ خدا تعالیٰ کا نبی تھا۔ اِسی طرح موسیٰؑ کے حالات جو تورات میں بیان ہوئے ہیں وہ ایسے تکلیف دہ ہیں کہ کوئی شخص اُن حالات کو دیکھ کر انہیں نبی نہیں کہہ سکتا یہی حال حضرت داؤدؑ کا ہے۔ قرآن کے حالات پڑھ کر

یوں معلوم ہوتا ہے

کہ داؤدؑ ایک فرشتہ تھا مگر بائیبل میں جو حالات لکھے ہیں اُن کو پڑھ کر تو شرم آ جاتی ہے کہ کیا یہ شخص خدا کا نبی کہلا سکتا ہے۔ بائیبل بتاتی ہے کہ داؤدؑ کو فتح حاصل ہوئی تو اِس خوشی میں وہ ننگے ہو کر لشکر کے آگے آگے ناچتے اور کودنے لگے اور اِسی حالت میں وہ شہر میں داخل ہوئے بادشاہ کی بیٹی سے اُن کی شادی ہو چکی تھی وہ اپنے جھروکے میں بیٹھی لشکر کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اُس نے جو دیکھا کہ داؤدؑ لشکر کے آگے ناچتے کودتے چلے آ رہے ہیں تو اُسے اتنی شرم آئی کہ اُن کے گھر میں داخل ہوتے ہی اُس نے کہا کہ آج آپ نے بڑی قابلِ شرم حرکت کی ہے (۲ سموئیل باب ۶ آیت ۱۵-۱۶-۲۱) لیکن اِدھر ہم قرآن والا داؤدؑ دیکھتے ہیں تو چونکہ اُسکی نبوت پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مُہر لگ گئی اس لئے داؤدؑ کا ناچنا اور تھرکنا اور کودنا اور ننگا ہونا سب ہماری نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے اور ہم کہتے ہیں تم جھوٹ کہتے ہو داؤدؑ خدا تعالیٰ کا نبی تھا اِسی طرح نوحؑ اور لوطؑ کے واقعات پڑھ کر دیکھ لو بائیبل بتاتی ہے کہ وہ شراب پی کر ننگے ہوئے اور انہوں نے اپنی بیٹیوں سے زنا کیا۔ اگر قرآن کی تصدیق ہمیں نظر نہ آتی۔ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مُہر ان نبیوں کی نبوت پر نہ لگتی تو ہم کہتے یہ سب جھوٹے انسان تھے۔ لیکن اب ہم نہیں کہہ سکتے اب ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ خدا کے مقدس اور راستباز انسان تھے اور جو کچھ کہنے والے ان کے متعلق کہتے ہیں وہ سب غلط اور بیہودہ باتیں ہیں۔ اسی طرح حضرت کرشن اور رام چندر کو لے لو

قرآن نے یہ اصول بتایا ہے

کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ (پ ۲۲ سورہ فاطر ع ۳) اس اصول کے مطابق ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی نبی آئے اور کرشنؑ اور رام چندرؑ دونوں نبی تھے مگر اُن کے حالات جو ہندو تاریخ بتاتی ہے وہ اتنے گھناؤنے ہیں کہ کوئی سلیم الفطرت انسان اُن واقعات کی بناء پر ان لوگوں کے تقدس کا قائل نہیں رہ سکتا۔ سیتا کے ساتھ جو ظلم کیا گیا اور اسے سالہا سال تک جس طرح جنگل میں نکال دیا گیا وہ ایسے واقعات ہیں جو طبیعت پر سخت گراں گذرتے ہیں لیکن جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مُہر ان پر لگ جاتی ہے تو سارے واقعات ایک ایک کر کے ہماری نگاہ میں بے حقیقت ہو جاتے ہیں اور ہم کہتے ہیں یہ سب مخالفین کی افترا پردازیوں کا نتیجہ ہے ورنہ وہ لوگ نبی تھے خدا تعالیٰ کے راستباز اور مقدس انسان تھے اب دیکھو یہ معنے جو خاتم النبیینؐ کے ہم کرتے ہیں یہ ایسے ہیں جن کی بناء پر محمد رسول اللہ صلی اللہ کی زندگی میں بھی یہ ثابت کیا جا سکتا تھا کہ

آپؐ خاتم النبیین ہیں

آپ کی زندگی میں بھی مسلمان کہہ سکتے تھے کہ یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا ہی نتیجہ ہے کہ نوحؑ اور لوطؑ اور داؤدؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ وغیرہ کو ہم نبی تسلیم کرتے ہیں ورنہ اُن کی اپنی کتابوں کے واقعات اُن کی نبوت کے خلاف ہیں مگر جن معنوں میں غیر احمدی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتے ہیں ان معنوں میں تو قیامت کے دن تک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔

مقصدِ زندگی و احکامِ ربانی
اسّی صفحہ کا رسالہ
کارڈ آنے پر
مفت
عبداللہ الٰہ دین سکندرآباد دکن

کیونکہ کسی کو کیا پتہ کہ کل کوئی نبی آجائے۔ یہ تو محض ایک خیال ہے کہ کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تمہیں کیا پتہ کہ کوئی آئے گا یا نہیں ممکن ہے کہ کل ہی کوئی نبی آجائے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہیں۔ پس یہ معنے ایسے نہیں جن کو دنیا پر ثابت کیا جاسکے۔ ان معنوں کے لحاظ سے تو جب کوئی شخص مرنے لگے اس وقت بھی وہ

یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا

کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے میرے مرنے کے بعد ہی کوئی نبی دنیا میں آجائے۔ غرض جب تک صورِ اسرافیل نہ پھونکا جائے یہ معنے دنیا پر ثابت نہیں کئے جاسکتے۔ کیونکہ قیامت کے دن تک ہر شخص کو یہ شبہ رہے گا کہ ممکن ہے کوئی نبی آجائے اور یہ معنے غلط ہو جائیں پس غیر احمدی جو خاتم النبیین کے معنے کرتے ہیں ان کے رو سے قیامت کے آنے سے پہلے آپ کا خاتم النبیین ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ لیکن ہمارے معنوں کے رو سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دن بھی خاتم النبیین تھے جس دن آپؐ نے دعویٰ فرمایا کیونکہ اس دن بھی بائیبل موسیٰؑ اور عیسےٰؑ اور داؤدؑ اور دوسرے نبیوں کے وہی حالات پیش کرتی تھی جو آج پیش کرتی ہے لیکن جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ان نبیوں پر مُہر لگ گئی۔ جب آپ نے ان کی نبوت کی تصدیق فرمادی تو ہم ان واقعات کو بھی پڑھتے ہیں مگر ہم پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ یہ لوگ یقیناً نبی تھے۔ یقیناً راستباز اور مقدس انسان تھے اب دیکھو

کتنا زمین و آسمان کا فرق ہے

جو ہمارے معنوں میں اور ان کے معنوں میں پایا جاتا ہے۔ ایک معنوں کے رو سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اُسی دن ثابت تھی جس دن آپ نے خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اور ایک معنوں کے رو سے قیامت کا دن آنے سے پہلے پہلے آپ خاتم النبیین ثابت نہیں ہو سکتے۔ جب تک اسرافیل اپنا صور نہ پھونکے۔ جب تک عزرائیل دنیا میں سے آخری آدمی کی بھی جان نہ نکال لے اس وقت تک یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ لیکن اگر تمام انسان ختم ہو جائیں۔ ہر انسان موت کا شکار ہو جائے۔ دنیا پر ایک متنفس بھی باقی نہ رہے اور اس وقت کوئی نبی نہ آئے تو پھر بے شک کہا جاسکیگا کہ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب تک کوئی نبی نہیں آیا۔ لیکن

ہمیں تو آج بھی پتہ ہے

کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ہمارے تو آباؤ اجداد کو بھی یقین تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں بلکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے صحابہؓ کو بھی یقین تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ ہمارے یہ بزرگ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بغیر نہ عیسےٰؑ کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے نہ موسیٰؑ کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ نہ کسی اور نبی کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔

پھر ان کے علماء نے خود ان کے خلاف لکھا ہے چنانچہ

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی

نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ بھلا یہ کوئی عقل کی بات ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا جائے کہ چونکہ وہ سب سے آخر میں آئے ہیں اس لئے سب سے بڑے نبی ہیں۔ آخر میں آنا بھی کوئی بڑائی کی بات ہوتی ہے یہ عقل کے خلاف ہے۔ اب آیت کو دیکھو تو وہ بھی صاف طور پر ہمارے معنوں کی ہی تائید کرتی ہے۔ قرآن کریم میں

یہ آیت اس طرح آتی ہے

کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین (پ ۲۲ سورہ احزاب ع ۵)

کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ اب اگر وہ معنے کرو جو غیر احمدی کرتے ہیں تو اس کے معنے یہ بنتے ہیں کہ جو شخص کسی کا باپ نہ ہو وہ رسول اللہ ہوتا ہے اور جو رسول اللہ ہو وہ خاتم النبیین ہوتا ہے

جس طرح وہ لطیفہ تھا

کہ چونکہ مسیحؑ قتل نہیں ہوئے اور صلیب نہیں دئیے گئے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ جو بچے آسمان پر چلے گئے ہیں۔ اسی طرح یہ لطیفہ ہے۔ کیونکہ فقرہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن آگے مضمون یہ بیان کیا جاتا ہے کہ چونکہ وہ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اس لئے وہ رسول اللہ ہیں۔ اور چونکہ وہ رسول اللہ ہیں اس لئے خاتم النبیین ہیں۔ گویا معنے یہ ہے کہ جو کسی کا باپ نہ ہو وہ رسول اللہ ہوتا ہے اور جو رسول اللہ ہو وہ خاتم النبیین ہوتا ہے

کیا اس میں کوئی بھی جوڑ اور مطابقت ہے یا کوئی بھی مطلب ہے جو ان معنوں کو تسلیم کرنے سے نکل سکتا ہے۔

بے شک بعض جاہل لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس لئے اولاد نہیں ہوئی کہ آپ آخری رسول تھے چونکہ نبی کی اولاد بہرحال نبی ہوا کرتی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا تھا اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو کوئی زندہ رہنے والی اولاد نہیں دی لیکن

واقعات کا علم رکھنے والے لوگ

جانتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے۔ نبی کی اولاد کا نبی ہونا ضروری نہیں چنانچہ نوحؑ کی اولاد ہوئی مگر وہ نبی نہیں ہوئی۔ اسی طرح قرآن کریم میں اشارۃً اور بائیبل میں وضاحتاً ذکر آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک بیٹا ہوا جو ناخلف تھا۔ پس یہ غلط ہے کہ نبی کی اولاد ضرور نبی بنتی ہے۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ جس کی اولاد نہ ہو وہ رسول اللہ ہوتا ہے۔ اور جو رسول اللہ ہو وہ خاتم النبیین ہوتا ہے۔ پس جو معنے غیر احمدی بیان کرتے ہیں وہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ محض آخری ہونا عقلاً کوئی بڑائی کی علامت نہیں ہوا کرتی اور نقل کے بھی مطابق نہیں کیونکہ اگر قرآن کریم کی اس آیت کا یہ مفہوم لیا جائے تو آیت بالکل بے معنی بن جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

خاتم النبیین کا مفہوم

بیان کرتے ہوئے دنیا کو بتایا کہ خاتم النبیین ایک نہایت ہی بلند اور ارفع و اعلےٰ مقام ہے جو نبوت و رسالت سے بالا ہے۔ اور اس کے معنے یہ ہیں کہ اب جو بھی فیضان الٰہی آئے گا وہ آپؐ کے توسط سے آئے گا اور وہی شخص اللہ تعالےٰ کے قرب کو حاصل کر سکے گا جس پر اس خاتم النبیین کی مہر ہو گی۔ گویا الٰہی دربار میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے ایک رجسٹرار کی ہوتی ہے۔ بغیر آپ کے واسطہ کے اور بغیر آپ کی تصدیق اور آپ کی مُہر کے الٰہی دربار میں کسی کو مقبولیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ پچھلے نبی بھی آپؐ کی تصدیق کے ساتھ ہی نبی ثابت ہوتے ہیں اور آئندہ بھی آپ کے فیضان سے ہی

اللہ تعالےٰ کے قرب کے مدارج

حاصل ہوا کریں گے۔ اسی مقام کی وضاحت ایک دوسرے مقام پر ان الفاظ میں کی گئی تھی کہ انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔ اے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیرا دشمن لاولد رہے گا اور تیرے بیٹے ہوں گے۔ یہ دعویٰ ہے جو اللہ تعالےٰ نے تمام دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اور بتایا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے اولاد نہیں رہیں گے بلکہ ان کا دشمن بے اولاد رہے گا۔ اب جب خدا نے یہ کہا کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم تو دشمن کو اعتراض کا موقع مل سکتا تھا کہ دیکھا کہتے یہ تھے کہ میری اولاد ہو گی اور دشمن کی نہیں ہو گی مگر اب آپ ہی مان لیا کہ میں بے اولاد رہوں گا۔ اللہ تعالےٰ اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تو اس سے اُن کا جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ تم نے جو ان شانئک ھو الابتر کے معنے سمجھے تھے وہ غلط تھے۔ باوجود اس کے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد نہیں ہو گی۔ پھر بھی سورۂ کوثر میں جو بتایا گیا تھا کہ

اس کے دشمن ابتر رہیں گے

وہ بالکل درست ہے۔ کس طرح؟ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ اس جگہ جسمانی اولاد مراد ہے۔ حالانکہ ہماری مراد یہاں جسمانی اولاد نہیں بلکہ روحانی اولاد تھی۔ ہمارا منشاء یہ تھا کہ آج دشمن دینی اکثریت کے گھمنڈ میں اکڑ رہا ہے۔ لیکن ایک دن آنے والا ہے جبکہ وہ بے اولاد ہو جائے گا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اولاد والے ہو جائیں گے یعنی ان دشمنوں کی اولادیں اپنے ماں باپ کو چھوڑ چھوڑ کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں شامل ہوتی چلی جائیں گی اور اس طرح دشمن گھٹتے جائیں گے اور آپ بڑھتے جائیں گے یہ مفہوم تھا جو سورۂ کوثر کی آیت کا تھا۔ اب یہ سیدھی بات ہے کہ جس کی جماعت دنیا میں قائم ہو جائے گی۔ جو ساری دنیا پر غالب آجائے گا۔ جس کے دشمن مٹ جائیں گے۔ جو اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے گا وہ یقیناً رسول اللہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ کسی کا بیٹا نہ ہو اور اس کے متعلق کہا جائے کہ وہ رسول اللہ بن گیا۔ آگے فرماتا ہے وخاتم النبیین خالی یہی نہیں کہ یہ اللہ کا رسول ہے بلکہ

رسولوں کی مہر ہے

تم اس کو چھوٹا سمجھتے ہو اور خیال کرتے ہو

کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی کی تھی کہ میرا دشمن ابتر رہے گا وہ غلط نکلی۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ وہ پیشگوئی پوری ہوگی اور اس کی اولاد دنیا میں ہمیشہ کے لئے قائم رکھی جائے گی یعنی اس کا فیضان کبھی ختم نہ ہوگا اور قیامت تک اسی کی برکت سے اور اسی کی غلامی میں وہ لوگ کھڑے ہوں گے جو اس کے لائے ہوئے دین کی دنیا میں اشاعت کریں گے اور اس کے نام کو کونہ کونہ میں پھیلائیں گے۔

اب دیکھو

یہ معنے جو ہم کرتے ہیں

یہ نقلی طور پر بھی صحیح ہیں اور عقلی طور پر بھی صحیح ہیں اور جذباتی طور پر بھی صحیح ہیں۔ کیونکہ جذباتِ صحیحہ کسی کی یہ بڑائی تسلیم نہیں کر سکتے کہ وہ اس لئے بڑا ہے کہ سب کے آخر میں آیا۔ وہ بادشاہ جو کسی خاندان یا قوم کا آخری بادشاہ ہو اور اس کے بعد اس خاندان اور قوم میں سے بادشاہت مٹ جائے اسے کوئی بھی بڑا نہیں کہا کرتا۔ غرض ہمارا عقیدہ وہ ہے جس کی نقل بھی تائید کرتی ہے۔ جس کی عقل بھی تائید کرتی ہے اور جس کی جذباتِ صحیحہ بھی تائید کرتے ہیں۔ لیکن غیر احمدیوں کے معنے نقل کے لحاظ سے بھی باطل ہیں اور عقل کے لحاظ سے بھی باطل ہیں اور جذباتِ صحیحہ کے لحاظ سے بھی باطل ہیں پس جو شخص بھی اس عقیدہ کو سمجھ کر مانے گا وہ کبھی بھی اس عقیدہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور جو بھی تم میں سے غور کرے وہ خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ ختم نبوت کے کون سے معنے ہیں جن سے نقل تسلی پاتی ہے۔ کون سے معنے ہیں جن سے عقل تسلی پاتی ہے اور کون سے معنے ہیں جن سے جذباتِ صحیحہ تسلی پاتے ہیں۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس عقیدہ کو سمجھ لینے کے بعد ایک آرہ کیا اگر دس ہزار آرہ بھی کسی کے سر پر رکھ دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ بات تو یہی ٹھیک ہے تمہارا دل جتنا چاہے مجھے مار لو میں اس عقیدہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔

تیسرا اصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیش فرمایا کہ

اسلام کا روحانی غلبہ

تمام دنیا پر ہوگا۔ یہ اصل بھی نہایت اہم ہے اور مسلمان بغیر اس مطمح نظر کے دنیا میں کبھی بھی حقیقی سربلندی حاصل نہیں کر سکتے یہ عجیب بات ہے کہ مسلمان پہلے تو اس اصل کو کسی نہ کسی شکل میں تسلیم کرتا تھا مگر اب ہماری ضد میں اس نے اس اصل کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ پہلے کہتا تھا کہ مسیح اور مہدی دنیا میں آئیں گے تو سب کفار کو مسلمان بنالیں گے اور گو وہ کہتا یہی تھا کہ تلوار کے زور سے مسلمان بنائیں گے۔ مگر یہ سیدھی بات ہے کہ جب مسیح اور مہدی نے آنا تھا تو کچھ نہ کچھ اس کے ذریعہ روحانیت نے بھی غلبہ پانا تھا مگر اب جوں جوں ہماری تبلیغ وسیع ہوتی جارہی ہے اور جوں جوں وہ مسیح اور مہدی کی آمد سے مایوس ہوتا جارہا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی

عیسےٰ اور مہدی کی ضرورت

ہی کیا ہے گویا تھوڑا بہت جو وہ سچائی کے قریب تھے وہ بھی ختم ہوگیا۔ اب دنیا میں صرف ہماری ہی جماعت ہے جو اس مسئلہ کو پیش کرتی ہے کہ اسلام روحانی طور پر ساری دنیا پر غالب آئے گا — مسلمان اس بات کو رد کرتا ہے اور وہ کہتا ہے ہمیں اس روحانی غلبہ کی ضرورت نہیں ہم چاہتے ہیں کہ سیاسی طور پر ایران آزاد ہو جائے۔ شام آزاد ہو جائے۔ فلسطین آزاد ہو جائے۔ لبنان آزاد ہو جائے۔ سعودی عرب آزاد ہو جائے۔ مصر سے انگریزی فوجیں نکل جائیں۔ پاکستان کی حکومت مضبوط ہو جائے۔ سوڈان کو آزادی حاصل ہو جائے۔ اگر یہ ممالک سیاسی رنگ میں مکمل آزادی حاصل کرلیں تو مسلمان سمجھتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو گئے مگر

میں پوچھتا ہوں

اگر یہ ساری باتیں ہم کو حاصل ہو جائیں اگر پاکستان ایک مضبوط اسلامی ملک بن جائے اور تھوڑی بہت اس کی طاقت میں جو کمی ہے وہ دور ہو جائے۔ اگر ایران کے تیل کے چشموں کا سوال حل ہو جائے اور پھر اس کی مالی حیثیت بھی اتنی مضبوط ہو جائے کہ اس کا خزانہ ہر قسم کا مالی بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اگر سعودی عرب بھی آزاد ہو جائے اور اس کے تیل کے چشمے اُسی کے قبضہ میں آجائیں اور وہ موجودہ آمد سے دس بیس گنا آمد اسے دینے لگیں اگر مصر میں سے بھی انگریزی فوجیں نکل جائیں۔ اگر شام کے جھگڑے بھی ختم ہو جائیں اور آئے دن جو وہاں قتل کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں اور کبھی کوئی کمانڈر انچیف مارا جاتا ہے اور کبھی کوئی وزیر یہ سب باتیں ختم ہو جائیں۔ اگر پاکستان میں اندرونی طور پر جو جھگڑے پائے جاتے ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں اور دشمنوں کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں جاتی رہیں تب بھی

تم غور کرکے دیکھ لو

کہ اس موجودہ دنیا کے نقشہ پر روس اور امریکہ اور انگلینڈ اور فرانس کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ان ممالک کی آزادی اور ان کی طاقت ہمارے لئے کوئی بھی فخر کی چیز ہوگی۔ یہ ساری حکومتیں آزاد بھی ہو جائیں تو دنیا کی پالٹیکس میں ان کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ روس اور امریکہ اور انگلینڈ اور فرانس کے مقابلہ میں ان کا کیا درجہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایک بادشاہ کے گھر کے پاس کسی غریب آدمی کا مکان ہو اور فرض کرو کہ اس کے پاس کسی وقت لاکھ دو لاکھ روپیہ بھی آجائے تب بھی بادشاہ کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت تسلیم کی جا سکتی ہے۔ جس دن اُس کا روپیہ ختم ہو جائیگا اسی دن اس کی ساری حیثیت جاتی رہے گی اور وہ پھر دنیا میں ایک بے حقیقت چیز بن کر رہ جائے گا۔ پس

سوال یہ ہے

کہ اگر وہ سب کچھ ہو جائے جو مسلمان چاہتے ہیں تب بھی دنیا میں مسلمان کی کیا حیثیت ہوگی کیا اُس کا پھیلاؤ کیا اس کا روپیہ۔ کیا اُس کی فوج۔ کیا اس کی تعداد اور کیا اس کی طاقت اس قابل سمجھی جا سکتی ہے کہ دنیا کی پالٹیکس پر کوئی غیر معمولی اثر پیدا کر سکے اگر نہیں تو بتاؤ اس مطمح نظر سے اسلام کو کیا فائدہ اور مسلمان نوجوانوں کے اندر اس مطمح نظر سے وہ کونسا انقلاب پیدا ہو سکتا ہے کہ ہر مسلمان کا دل اچھلنے لگے کہ میں بھی اس مطمح نظر کے حصول کے لئے کچھ کوشش کروں شاید کہ میرا نام بھی تاریخ میں محفوظ ہو جائے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو پولیٹیکل دنیا میں ایک تیسرے درجہ کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے اور تیسرے درجہ کی حیثیت کوئی ایسی چیز نہیں جو انتہائی مقصود قرار دیا جا سکے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ

مسلمان ممالک کی آزادی

ضروری چیز ہے۔ کون چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ غلام بنا رہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ مطمح نظر ایسا ہو سکتا ہے جس سے مسلمان نوجوانوں کی رگوں میں نیا خون دوڑنے لگے اور کیا اس کے ذریعہ سے اسلام کو کوئی اہم پوزیشن دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے پس سوال یہ نہیں کہ اسلامی ممالک کی آزادی اچھی چیز ہے یا نہیں سوال یہ ہے کہ اگر وہ آزادی ان کو حاصل ہو جائے تو پھر ہم کیا بن جاتے ہیں۔ ایک غریب آدمی جس کے گھر میں آٹا بھی نہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ اُسے آٹا نہ ملے مگر آٹا مل جانے سے کیا اس کی دنیا میں کوئی پوزیشن قائم ہو سکتی ہے اگر سیر بھر آٹے کا اس کے لئے انتظام بھی ہو جائے تب بھی وہ جن کے پاس کئی کئی کروڑ [illegible]

کوئی حیثیت نہیں ہو سکتی۔ پس ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلمان حکومتوں کو آزادی حاصل نہ ہو۔

ہم چاہتے ہیں

مسلمان ممالک آزاد ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان حکومتیں طاقتور ہوں۔ لیکن جو سوال ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ اس آزادی کے بعد دنیا میں ہماری پوزیشن کیا بنتی ہے۔ مسلمان اس بات کا مدعی ہے کہ وہ ساٹھ کروڑ ہے۔ عیسائیوں نے جو تازہ جغرافیہ لکھا ہے اس میں انہوں نے مسلمانوں کی تعداد اڑتالیس کروڑ بیس لاکھ مان لی ہے۔ لیکن دنیا کی آبادی دو ارب چالیس کروڑ ہے۔ دو ارب چالیس کروڑ میں اڑتالیس کروڑ بیس لاکھ تمام آبادی کا پانچواں حصہ بنتے ہیں۔ گویا اگر سارے مسلمان آزاد ہو جائیں۔ اگر ہر اسلامی ملک میں اتنی ہی دولت ہو جتنی امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ اتنا ہی اسلحہ ہو جتنا امریکہ میں پایا جاتا ہے۔ اتنی ہی تجارت ہو جتنی امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ پھر بھی روپیہ میں سے چونی انہیں حاصل ہوگی

اب تم خود ہی بتاؤ

کہ بارہ آنے بڑے ہوتے ہیں یا چونی بڑی ہوتی ہے۔ چونی بہرحال چھوٹی ہوتی ہے اور بارہ آنے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ ہندو جن کو ہمارے آدمی تحقیر کے طور پر کراڑ کراڑ کہا کرتے تھے وہ بھی آزادی کے بعد تینتیس ۳۳ کروڑ آبادی کا مالک بن چکا ہے پھر چین کو دیکھ لو۔ اس کی آبادی اور رقبہ کو لے لو۔ اس کی آبادی پچاس کروڑ ہے۔ اگر مسلمان اڑتالیس کروڑ ہی ہوں تو خالی چین کے لوگوں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ رہتی ہے پس

سوال یہ ہے

کہ اگر ایسا ہو بھی جائے تو یہ کونسا مقصد ہے جو ہر مسلمان کے سامنے رہنا چاہیئے۔ میں نے بتایا ہے کہ اگر کوئی آدمی مر رہا ہو تو ہماری خواہش ہوگی کہ خدا کرے وہ بچ جائے۔ لیکن کیا جو شخص مرنے سے بچ جائے وہ بادشاہ ہو جایا کرتا ہے یا کوئی بڑا عالم ہو جایا کرتا ہے۔ مسلمانوں کی آزادی کے لئے جدوجہد کے معنے صرف اتنے ہیں کہ مسلم باڈی پالٹیکس میں مرض پیدا ہو چکا ہے اور وہ اس مرض کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری خواہش ہوگی کہ وہ مرض دور ہو جائے بلکہ ہماری دعا ہوگی کہ وہ مرض دور ہو جائے لیکن اگر یہ مرض دور ہو جائے تب بھی دنیا کی قوموں میں بیٹھتے وقت ایک مسلمان کی کیا پوزیشن ہوگی؟ اگر ایران بھی آزاد ہو جائے [illegible]

اگر فلسطین اور شام اور لبنان بھی آزاد ہو جائیں اگر سوڈان بھی آزاد ہو جائے اگر تمام اسلامی ممالک کے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ ان کی طاقت بڑھ جائے اُن کا روپیہ زیادہ ہو جائے۔ اُن کی عظمت ترقی کر جائے۔ تمام دولت اُن کے ہاتھ میں آجائے۔ تمام تجارت جو اس وقت امریکہ کے پاس ہے اس پر ان کا قبضہ ہو جائے پھر بھی بارہ آنے کے مقابلہ میں وہ چار آنے کے مالک رہتے ہیں اور جب ان کی حالت یہ ہوگی کہ چونی ان کے پاس ہوگی اور بارہ آنے غیر کے پاس ہونگے تو

اسلام کس طرح غالب آیا

اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کس طرح قائم ہوئی۔ غرض جو شخص بھی اس مسئلہ پہ اس رنگ میں غور کرے گا اور عقل سے کام لے گا وہ بعثت محمدیہ کی یہ غرض قرار دیگا کہ سیاسی لحاظ سے ایران آزاد ہو جائے مصر آزاد ہو جائے شام اور فلسطین آزاد ہو جائیں لبنان آزاد ہو جائے سوڈان آزاد ہو جائے۔ پاکستان مضبوط ہو جائے اپنی انتہائی پست خیالی تصوّر کرے گا وہ شرمائے گا کہ میں یہ کیا کہہ رہا ہوں اور کونسا مقصد ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی طرف منسوب کر رہا ہوں کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس لئے آئے تھے کہ یہ چھوٹے چھوٹے علاقے آزاد ہو جائیں کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے آئے تھے کہ مسلمان دنیا میں ایک چونی کی حیثیت حاصل کر لیں

میں تو سمجھتا ہوں

اگر میرے واہمہ اور خیال میں بھی ایسا نظریہ آئے تو میرا ہارٹ فیل ہو جائے کہ میں کتنا پست نظریہ اُس عظیم الشان اور مقدس انسان کی بعثت کے متعلق رکھ رہا ہوں جسے خدا نے اولین و آخرین کا سردار بنایا میں تو سمجھوں گا میرے جیسا جھوٹا انسان دنیا میں اور کوئی نہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان رسول کی طرف اتنا چھوٹا۔ اتنا معمولی اور اتنا ادنےٰ درجہ کا خیال منسوب کر رہا ہوں کہ وہ اتنا بڑا رسول اسلئے آیا تھا کہ ایران کے تیل کے چشمے آزاد ہو جائیں۔ اسلئے آیا تھا کہ مصر آزاد ہو جائے اس لئے آیا تھا کہ فلسطین اور شام اور لبنان کے جھگڑے دور ہو جائیں۔ میں جانتا ہوں کہ مخالف یہ کہیں گے کہ دیکھا ہم نہیں کہتے تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ انہیں اسلامی ممالک کی آزادی سے کوئی تعلق نہیں لیکن میں ان کے اعتراضات کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں جانتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کی شان کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس عظمت اور شان کے مقابلہ میں اس ادنےٰ ترین مقصد پر آکر ٹھہر جانا قطعی طور پر اپنی نابینائی کا اظہار کرنا ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت ایران کے تیل کے چشموں کے آزاد ہونے سے قائم ہوتی ہے۔ اگر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت

مصر سے انگریزی فوجوں کے نکل جانے سے قائم ہوتی ہے تو پھر جب انگریزوں نے ایک ایک ملک سے مسلمانوں کو کان پکڑ کر نکال دیا تھا تو تمہیں کہنا چاہیئے تھا کہ عیسےٰ کی عظمت ظاہر ہو گئی بلکہ عیسائیت کی موجودہ طاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے تمہیں اب بھی تسلیم کرنا چاہیئے کہ عیسائیت اسلام پر بازی لے گئی لیکن ہر باشعور انسان جو حقیقت کو جانتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ملکوں کی آزادی بالکل اور چیز ہے اور مذہب کا غلبہ ایک دوسری چیز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں آکر یہ اصول پیش فرمایا کہ

تمہارا یہ مطمح نظر

نہایت ادنےٰ ہے تمہیں اپنے افکار کو بلند کرنا چاہیئے۔ تمہیں سمجھنا چاہیئے کہ تمہارا کیا منصب ہے اور کونسا کام ہے جو خدا نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ بے شک سیاست کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کی اصلاح ضروری ہے۔ بے شک دولت کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کو ترقی کی ضرورت ہے۔ بے شک تمدن کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کو اپنے اندر تغیر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض یہ تھی کہ اسلام کو روحانی طور پر دنیا میں غالب کیا جائے۔ اب اس کی تشریح کرو تو اس عظیم الشان مقصد کے یہ معنے بن جاتے ہیں کہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے دلائل اتنی طاقت پکڑ جائیں کہ مسلمانوں کے ساتھ باتیں کرتے وقت وہ کنّی کترانے لگیں۔ آج یورپ میں جو بھی لٹریچر شائع ہوتا ہے اس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ اسلام میں فلاں نقص ہے اور اسلام میں فلاں خرابی ہے لیکن کل اسلام کو ایسا غلبہ حاصل ہو کر یورپ کے رہنے والے اپنی کتابوں میں یہ لکھیں کہ اسلام میں فلاں بات بہت اعلےٰ ہے مگر عیسائیت بھی اس سے بالکل خالی نہیں۔ مسیح کی فلاں فلاں بات سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی دُنیا کے سامنے یہی بات پیش کی تھی۔ آج کا یورپ زدہ مسلمان یورپ کی دنیا کو دیکھ کر کہتا ہے کہ قرآن سے بھی کچھ کچھ ایسے ہی اصول ثابت ہوتے ہیں اور یہ خوبی ہمارے اندر بھی پائی جاتی ہے یہ اپالوجی (Apology) ہے جو آج کا مسلمان پیش کر رہا ہے اور یہ اسلام کے لئے فخر کا دن نہیں

اسلام کے لئے فخر کا دن

وہ ہوگا جب یورپ اور امریکہ میں یہ کہا جائیگا کہ یہ اسلامی پردہ جو مسلمان پیش کرتے ہیں اس کی کچھ کچھ انجیل سے بھی تائید ہوتی ہے اور ہمارے مسیح نے بھی جو فلاں بات کہی ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کا پردہ ہونا چاہیئے۔ اسلام کے لئے فخر کا دن وہ ہوگا جب یورپ اور امریکہ کا عیسائی اپنی تقریروں میں یہ کہے گا کہ کثرتِ ازدواج کا مسئلہ جو مسلمان پیش کرتے ہیں بے شک یہ بڑا اچھا مسئلہ ہے اور عیسائیوں نے کسی زمانہ میں اسکے خلاف بھی کہا لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پوری طرح غور نہیں کیا تھا۔

اصل بات یہ ہے

کہ عیسائیت کے وہ بزرگ جو پہلی صدی میں گذرے ہیں انہوں نے بھی دو دو تین تین شادیاں کی ہیں پس کثرتِ ازدواج کی خوبی صرف اسلام میں ہی نہیں بلکہ عیسائیت میں بھی پائی جاتی ہے۔ جس دن یورپ اور امریکہ کے گرجوں میں کھڑے ہو کر ایک پادری اپنے مذہب کی اس رنگ میں خوبیاں بیان کرے گا وہ دن ہوگا جب ہم کہیں گے کہ آج اسلام دنیا پر غالب آگیا۔ اب ہمیں اپالوجی (Apology) کی ضرورت نہیں اب دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ خوبیاں ان کے اندر بھی پائی جاتی ہیں

یہ ہوگا اسلام کا غلبہ اور یہ ہوگا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دن۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا وہ دن ہوگا جب دو ارب چالیس کروڑ کی دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان نہیں ہوگا بلکہ دو ارب مسلمان ہوگا اور چالیس کروڑ غیر مذاہب کا پیرو ہوگا مگر

یہ نظریہ کس نے پیش کیا

یہ صرف حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا اور یہی وہ چیز ہے جس پر آپ پر کفر کا فتویٰ لگا گیا اور کہا گیا کہ اسلام کے غلبہ کا یہ کونسا طریق ہے۔ اسلام تو اس طرح غالب آسکتا ہے کہ تلوار ہاتھ میں لی جائے اور کفار کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ مگر غور کر کے دیکھ لو کہ کونسا نظریہ ہے جو اسلام کی عظمت کو قائم کرنے والا ہے اور کونسا مطمح نظر ہے جس پر ایک سچا مسلمان تسلی پا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مطمح نظر پیش کیا ہے کہ اسلام کو روحانی غلبہ سب دنیا پر حاصل ہوگا اور

روحانی غلبہ کے معنے یہ ہیں

کہ دنیا کے سیاسی اور اخلاقی اور مذہبی معیاروں کو بدل دیا جائے گا۔ آج یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام قابلِ اعتراض ہے کیونکہ یورپین تہذیب کی فلاں فلاں بات کی وہ تائید کرتا ہے یا وہ ڈیماکریسی جو آج یورپ پیش کرتا ہے بڑی اچھی چیز ہے مگر اسلام نے بھی اس ڈیماکریسی کی تائید کی ہے یہ طریق جو آج مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے یہ ہرگز اسلام کے لئے کسی عزت کی بات نہیں۔ ہم تو اس دن کے منتظر ہیں جب امریکہ کے منبروں پر کھڑے ہو کر عیسائی پادری یہ کہا کریں گے کہ وہ اسلامی حریت اور آزادی جس کو قرآن پیش کرتا ہے ہماری قوم بھی اس سے بالکل خالی نہیں اور ہم اس کی تائید اپنی کتابوں کے حوالے پیش کرتے ہیں یا وہ اخلاقی مذہبی اور سیاسی معیار جو اسلام پیش کرتا ہے اسی سے ملتے جلتے معیار ہماری کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

غرض آجکل کا مسلمان آزادی کا تو دعوےٰ کرتا ہے مگر ذہنی غلامی اختیار کرتے ہوئے وہ چاہتا ہے کہ وہ بھی مغربی تہذیب کے اچھے نقالوں میں سے بن جائے وہ انہی کے نام پر اُن کی نقل کرنے میں عزت محسوس کرتا ہے اور اگر وہ آزادی ظاہر کرتا ہے تو صرف اتنی کہ کسی میں

مغربی تہذیب کا نقال

بننا چاہتا ہے اور کسی میں کمیونسٹ نظریہ کا نقال بننا چاہتا ہے اور نقل خواہ دس متفرق آدمیوں کی کی جائے بہرحال نقل ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُنیا کے سامنے یہ مطمح نظر رکھا کہ کسی دن یورپ بھی میرا نقال ہوگا اور امریکہ بھی میرا نقال ہوگا اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بات کہی کہ دنیا کا سیاسی اور اخلاقی اور مذہبی نقطۂ نظر بدل کر اُن کو مسلمان بنا لینا اور پھر اسلام کے مطابق اُن کے اعمال کو ڈھال دینا یہ مطمح نظر ہے جو تمہیں اپنے سامنے رکھنا چاہیئے اس کا

قرآن کریم سے بھی ثبوت

ملتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله (پ۲۸ سورۃ صف ع۱) خدا ہی ہے جس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں

بھیجا ہے ہدایت دے کر اور دینِ حق دے کر۔ تلوار دے کر اور ڈنڈا دے کر نہیں لیظہرہٗ علی الدین کلہٖ تاکہ وہ سارے دینوں پر اُسے غالب کرے سارے ملکوں پر نہیں کیونکہ ملکوں پر قبضہ کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ بڑی بات یہی ہے کہ دلوں پر قبضہ ہو۔ اب دیکھو اس آیت میں وہی چیز بیان کی گئی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

کا یہ مقصد نہیں کہ ایران کے تیل کے چشمے آزاد ہو جائیں مصر سے انگریزی فوجیں نکل جائیں۔ شام اور فلسطین آزاد ہو جائیں یہ باتیں ہوں گی اور ضرور ہوں گی مگر بہرحال یہ ابتدائی چیزیں ہیں مسلمان اس کے لئے جدوجہد کر رہا ہے اور وہ ایک دن اپنی غلامی کا جامہ چاک چاک کر کے پھینک دیگا لیکن یہ آزادی اُس کا مقصد نہیں۔ جب کسی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اُس کا ناک بھی پونچھتا ہے مگر اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بچہ پیدا ہو تو میں اس کا ناک پونچھا کروں گا۔ مقصد اس کا یہی ہوتا ہے کہ وہ بڑا عالم فاضل بنے۔ عقل بھی یہی ~~کہتی ہے~~ کہ چند ریاستوں پر کسی کا قبضہ کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ دلوں کو بدل دینا اور اُن کو فتح کر لینا یہ بڑی بات ہے

فرض کرو

پاکستان کسی وقت اتنی طاقت پکڑ جائے کہ وہ حملہ کرے اور سارے امریکہ کو فتح کر لے اور امریکہ کے لوگ ہمیں ٹیکس دینے لگ جائیں لیکن امریکہ کا آدمی اسلام اور قرآن پر لعنتیں ڈالتا ہو تو یہ بڑی فتح ہو گی یا امریکہ آزاد رہے لیکن امریکہ کے ہر گھر میں رات کو محمد رسول اللہ ~~صلی اللہ~~ علیہ وسلم پر درود بھیج کر سونے والے لوگ پیدا ہو جائیں تو یہ بڑی بات ہو گی۔ پس عقل بھی یہی کہتی ہے کہ یہی مقصد سب سے بالا ہے یا مثلاً پاکستان کی ہندوستان سے کسی وقت لڑائی ہو جائے اور پاکستان ہندوستان کو فتح کر لے تو پھر بھی

یہ کونسی فتح ہے

پہلے بھی یہی کہا گیا تھا کہ ہندوستان کو فتح کر لیا گیا لیکن پھر وہ فتح کس طرح بے حقیقت بن کر رہ گئی اور کس طرح مسلمان سخت ذلت کے ساتھ وہاں سے نکلے کہ ہر شخص بزبانِ حال یہ کہہ رہا تھا کہ ؎

بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

لیکن اگر پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے مقصد کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے مسلمان کھڑا ہو اور وہ پھر ہندوستان میں داخل ہو تلوار کے زور سے نہیں بلکہ قرآن کے زور سے۔ بندوق کے زور سے نہیں بلکہ سچائی کے زور سے۔ شام لال ہندو عبداللہ بن جائے۔ سندر داس ہندو عبدالرحمن بن جائے۔

ویدوں کی جگہ قرآن پڑھا جانے لگے

تو آج تو تم اس طرح نکلے ہو کہ وہ تمہیں نکال کر خوش ہوئے ہیں لیکن اگر تم یہ فتح حاصل کر لو اور تم کسی دن اُن سے یہ کہو کہ اب ہمارا کام ہندوستان میں ختم ہو چکا ہے اب ہم چین کو جاتے ہیں تو تم دیکھو گے کہ اس دن سارے ہندوستان میں کہرام مچ جائے گا اور ہر شخص رونے لگ جائے گا اور کہے گا خدا کے لئے ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ تم ہمارے لئے خیر اور برکت کا موجب ہو۔ یہ چیز ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی اور اسی کی قرآن بھی تائید کرتا ہے اور عقل بھی تائید کرتی ہے اور جذباتِ صحیحہ بھی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ جذباتِ صحیحہ اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کرتے کہ کسی کو مُکّہ مار کر اس سے یہ کہا جائے کہ تو مجھے پیار کر لیکن محبت اور پیار کے ساتھ اسے اپنا غلام بنا لو تو پھر تم اسے کہو بھی کہ خدمت نہ کرو تو وہ کہے گا مجھے ثواب لینے دیں اپنی خدمت سے محروم کیوں کرتے ہیں۔

میں نے کئی دفعہ دیکھا ہے

کہ سندھ میں جب مجھے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جانا پڑتا ہے تو ساتھ ساتھ کوئی مخلص احمدی جو بعض دفعہ عمر کے لحاظ سے بڑھاپے میں قدم رکھ رہا ہوتا ہے وہ دوڑتا چلا جاتا ہے اسے منع بھی کرو تو وہ رکتا نہیں اور ساتھ ساتھ دوڑتا چلا جاتا ہے۔ اور جب میں گھوڑے سے اترتا ہوں تو وہ پیر دبانے لگ جاتا ہے کہ آپ تھک گئے ہونگے اسے بہتیرا کہا جاتا ہے کہ میاں میں گھوڑے پر سوار رہا اور تم پیدل چلے ہو۔ تھکا میں ہوں یا تم مگر وہ یہی کہتا چلا جاتا ہے کہ نہیں آپ تھک گئے ہوں گے مجھے پیر دبانے دیں یہ غلامی ہے جو

محبت کی غلامی ہے

اور جس میں انسان اپنی عزت محسوس کرتا ہے لیکن اس کی بجائے اگر کسی بڈھے کو مار مار کر ہم کہیں کہ آؤ اور ہمارے پیر دباؤ تو سب لوگ کہنے لگ جائیں گے کہ دیکھو یہ مذہبی لیڈر بنے پھرتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ایک بڈھے کو مار رہے ہیں لیکن اب سوار ہم ہوتے ہیں اور پیدل وہ چلا آتا ہے۔ لیکن گھوڑے سے اترتے ہی وہ ہمارے پیر دبانے لگ جاتا ہے دیکھنے والا دیکھتا ہے اور حیران ہوتا ہے بلکہ اسے منع بھی کرو تو وہ کہتا ہے تم مجھے منع کرنے والے کون ہو۔ میں تو ثواب حاصل کر رہا ہوں۔

چوتھا اصول

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیش فرمایا کہ الہام الٰہی کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے اس کے مقابلہ میں غیر احمدیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ الہام الٰہی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب دیکھو حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ کہا نقل اس کے مطابق ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون (حٰمٓ سجدہ ع ۴) یعنی وہ لوگ جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور پھر مخالفتوں کے باوجود اپنے اس ایمان پر قائم رہتے ہیں اور صبر اور استقامت سے کام لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُن پر اُترتے ہیں

اور وہ انہیں خوشخبری دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم اپنے گذشتہ مصائب پر کسی قسم کا خوف مت کھاؤ اور نہ آئندہ کے لئے کوئی غم کرو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری مدد کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ پھر اسی دنیا کا سوال نہیں بلکہ ہم تم کو یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ اگر اس کشمکش اور تکلیف کے دنوں میں تمہیں موت آ گئی تو تمہاری موت بھی بڑی خوشی کا موجب ہو گی اور تم جنت میں داخل کئے جاؤ گے۔ اب دیکھو قرآن مجید نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ مومنوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو مصائب میں انہیں تسلی دیتے اور مشکلات میں ان کی ڈھارس بندھاتے ہیں اور آئندہ کے لئے انہیں بشارتیں دیتے ہیں اور اسی چیز کو وحی اور الہام کہا جاتا ہے پرانے بزرگوں نے اس پیغام کو جو تعالیٰ کی طرف سے ملے وحی کی بجائے الہام کہنا شروع کر دیا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ان کا ہی ذکر کرتے ہوئے اسے الہام ہی قرار دیا ورنہ وحی اور الہام میں کوئی فرق نہیں بہرحال نام کچھ رکھ لو وہ قدیمی ہے کہ

خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے

اور ان پر اپنی مرضی کو ظاہر فرماتا ہے پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو دعویٰ فرمایا وہ بے ثبوت نہیں بلکہ نقل اس کی تائید میں ہے۔ پھر حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (بخاری جلد ۴ باب التعبیر) یعنی اب صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں اور مبشرات اسی کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو بشارت دے اور اُن سے ہمکلام ہو۔ پھر عقل بھی یہی کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الہام کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری رہنا چاہیئے کیونکہ

بولنا اور کلام کرنا اس کی صفت ہے

اور جب خدا تعالیٰ کی اور تمام صفات کام کر رہی ہیں تو کلام کرنے کی صفت اس کی کیوں باطل ہو گئی۔ جب لوگوں سے پوچھا جائے کہ کیوں جی۔ اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا ہے تو کہیں گے جی ہاں کیوں نہیں سنتا وہ سمیع الدعا ہے پوچھا جائے کیا خدا دیکھتا ہے۔ کہیں گے کیوں نہیں خدا البصیر ہے۔ پوچھا جائے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہیں گے کیوں نہیں۔ ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر اللہ تعالیٰ تو ہر بات پر قادر ہے۔ پھر پوچھا جائے کیا خدا بات کرتا ہے کہیں گے نہیں جی۔ کسی پرانے زمانہ میں وہ بات کیا کرتا تھا۔ اب تو نہیں کرتا گویا اللہ تعالیٰ کی

ننانوے صفات

جو بیان کی جاتی ہیں ان میں سے اور تو سب صفات سلامت ہیں صرف ایک بولنے والی صفت میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے گویا اس کی زبان کے نعوذ (باللہ) (و صلے اللہ علیہ ۔۔۔) نعوذ باللہ مفلوج ہو گئے ہیں اور اب وہ اپنے بندوں سے کلام نہیں کر سکتا دنیا میں تو گونگا بھی اشارے کر لیتا ہے۔ مگر اس زمانہ میں لوگ جس خدا کو پیش کرتے ہیں وہ اشارے بھی نہیں کر سکتا۔

پھر

جذباتِ صحیحہ کو لو

تو وہ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کیونکہ خدا کے ساتھ انسان کا جو تعلق ہے اس کی بنیاد محض محبت پر ہے اور جذباتِ محبت بغیر معشوق سے سننے کے

کبھی تسکین نہیں پا سکتے۔ اگر تم اپنے کسی محبوب کے پاس جاؤ اور اسکے پاس گھنٹوں بیٹھے رہو مگر وہ تم سے بات تک نہ کرے اور تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے تو اپنے ایمان سے کہو کہ تم وہاں سے روتے ہوئے آؤ گے یا ہنستے ہوئے آؤ گے وہ تم سے بولتا ہے تو تمہارا دل خوش ہوتا ہے اور اگر بات نہیں کرتا تو تم پر موت آجاتی ہے پس جذباتِ صحیحہ بھی اسی اصول کی تائید کرتے ہیں وہ شخص جو یہ عقیدہ پیش کرتا ہے کہ خدا نہیں بولتا وہ اگر یہ کہتا ہے کہ مَیں خدا سے محبت کرتا ہوں تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ ایک گونگے سے انسان پھر بھی محبت کر سکتا ہے کیونکہ سمجھتا ہے کہ اسکی زبان نہیں لیکن اگر زبان ہو اور پھر بھی کوئی شخص نہ بولے تو اُس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

پانچویں بات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کی وہ یہ ہے کہ

قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے

مگر غیر احمدیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے مگر اسکی بہت سی آیتیں منسوخ ہیں یعنی وہ قرآن میں تو لکھی ہوئی ہیں مگر واجب العمل نہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں اسکے مطالب بہت محدود ہیں۔ امام رازی تک تو اسکے علوم کا انکشاف ہوتا رہا مگر اسکے بعد اسکے روحانی معارف کا انکشاف لوگوں پر بند ہو گیا۔ گویا قرآن اس چشمہ کی مانند ہے جو خشک ہو چکا ہے۔ یا نعوذ باللہ وہ ایک اندھا کنواں ہے جو لوگوں کی تشنگی کو فرو کرنے کے لئے اپنے اندر پانی کا ذخیرہ نہیں رکھتا کسی زمانہ میں تو لوگ اِس قرآنی چشمہ سے سیراب ہوتے تھے اور اِس آسمانی کنوئیں سے اپنی پیاس بجھاتے تھے لیکن اب وہ اِس قرآن سے نئے معارف اور نئے حقائق اور نئے علوم حاصل نہیں کر سکتے یہ سلسلۂ انکشاف صرف امام رازی تک جاری رہا ہے اسکے بعد یہ کان ختم ہو گئی اور اب اِس میں سے کوئی نئی دولت حاصل نہیں کی جا سکتی۔

پھر وہ کہتے ہیں

قرآن ہے تو خدا کی کتاب مگر یہ خدا سے ملا نہیں سکتی۔ تعلق باللہ پیدا کرنا جو ہر الٰہی کتاب کا خاصہ ہوا کرتا ہے وہ کام اب قرآن سے نہیں لیا جا سکتا حالانکہ اگر یہ کتاب تعلق باللہ والا کام نہیں کرتی تو اسکے معنے یہ ہیں کہ یہ قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہدایت نامہ نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب اسی لئے آتی ہے کہ وہ لوگوں کو خدا سے ملائے جو کتاب بندوں کو خدا سے نہیں ملاتی اُس کتاب کو لیکر ہم نے کرنا کیا ہے اور اگر وہ نہیں ملاتی تو اسکے صاف معنے یہ ہیں کہ وہ الٰہی کتاب نہیں اب اگر وہ دنیا میں رہے تب بھی بیکار ہے اور اگر نہ رہے تب بھی حرج نہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بالکل غلط عقیدہ ہے۔

قرآن وہ کتاب ہے

جو انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کی خشیت پیدا کرکے اسکو خدا کی طرف لے جاتی ہے اور انسان کی جتنی طبعی اور روحانی ضرورتیں ہیں اُن کو پورا کرتی ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و لقد صرّفنا للناس فی ھٰذا القراٰن من کل مثل (بنی اسرائیل ع ۱۰) ہم نے اِس قرآن میں پھیر پھیر کر اور چکر دے دے کر اور نئے نئے اسلوب سے اور نئی نئی طرزوں سے نئی نئی فطرتوں کے لئے مضامین بیان کئے ہیں اور پھر من کل مثل ہر قسم کے مضامین بیان کئے ہیں۔

دو ہی چیزیں ہوتی ہیں

جو کسی تعلیم کی برتری کو ثابت کرتی ہیں ایک یہ کہ ہر قسم کے مضامین اس میں بیان ہوں اور دوسرے یہ کہ مختلف طبقات میں سے ہر طبقہ کے لئے اس میں مضامین بیان ہوں اور یہ دونوں خصوصیتیں قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں گویا کوئی انسان نہیں رہا جو قرآن کا مخاطب نہ ہو اور کوئی بات نہیں رہی جو قرآن نے بیان نہ کی ہو۔ جب ہر بات اُس میں بیان کر دی گئی ہے اور ہر قسم کے لوگوں کی فطرت کو ملحوظ رکھ کر اُس میں تعلیم نازل کی گئی ہے تو پھر بنی نوع انسان کو اپنے

خدا کی محبت

اور اس کا پیار کیوں حاصل نہ ہو۔ بے شک پرانے زمانہ میں موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو خدا ملا اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ہمارا دل اس سے تسلی نہیں پاتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں بھی خدا کی محبت حاصل ہو اور زندہ کتاب وہی کہلا سکتی ہے جو زندہ خدا سے ہمارا تعلق پیدا کر دے۔ اگر وہ ہمیں اپنے خدا سے نہیں ملاتی تو اس کتاب کا وجود اور عدم ہمارے لئے برابر ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے ہر انسان کی روحانی ضرورتوں کے پورا کرنے کے سامان اِس کتاب میں رکھ دئے ہیں جو بھی سچے دل سے اِس پر عمل کرے گا وہ اپنے خدا کو پائے گا۔ اِسی طرح فرماتا ہے واوحی الیّ ھٰذا القراٰن لانذرکم بہ ومن بلغ (انعام ع ۲) دیکھو قرآن میری طرف اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ مَیں اِس کے ذریعہ سے تمہیں بھی فائدہ پہنچاؤں اور وہ تمام لوگ جنکے کانوں تک اِس کتاب کی آواز پہنچے اُن کو بھی فائدہ پہنچاؤں اور وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ غرض ایک طرف

قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا ہے

کہ اس میں ہر قسم کے مضامین بیان کئے گئے ہیں اور ہر قسم کے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور دوسری طرف اُس نے یہ کہا ہے کہ جس کے ہاتھ میں بھی قرآن ہوگا اسکو فائدہ پہنچے گا کیونکہ یہ اسی لئے نازل کیا گیا ہے کہ وہ سب لوگ جنکے کانوں تک اِسکی آواز پہنچے ان کو فائدہ پہنچائے پس جب قرآن قیامت تک کے لئے ہے اور جب قرآن سب دنیا کو فائدہ پہنچانے کے لئے نازل کیا گیا ہے تو یہ کہنا کہ اب نئے معارف اِس کتاب میں سے نہیں نکل سکتے یا خدا اسے انسان مل نہیں سکتا دونوں غلط عقیدے ثابت ہوئے۔

اِسی طرح مَیں نے بتایا ہے کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔

کہ قرآن کریم کی کئی آیتیں منسوخ ہیں

لیکن جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس میں یہ آیت نظر آتی ہے کہ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ اٰیٰتٌ محکمٰتٌ ھن ام الکتاب و اُخر متشابھٰت (آل عمران ع ۱) محکمات اور متشابہات کے کیا معنے ہیں۔ مَیں اِس وقت اِس بحث میں نہیں پڑتا۔ اِن کے معنے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھ پر حل کر دئے ہیں مَیں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحتاً یہ بات بیان فرمائی ہے کہ قرآن کریم میں صرف دو قسم کی آیات ہیں کچھ آیات محکم ہیں اور کچھ متشابہ۔ اب کوئی بھی مفسر ایسا نہیں جو متشابہ کے معنے منسوخ کے کرتا ہو وہ متشابہ کے کوئی نہ کوئی معنے کرتا ہے مگر یہ نہیں کرتا کہ اسکے معنے منسوخ آیات کے ہیں اور جب قرآن کہتا ہے کہ میرے اندر صرف دو ہی قسم کی آیات ہیں یا محکم ہیں یا متشابہ اور متشابہ کے معنے منسوخ کے نہیں تو منسوخ آیات کہاں سے آگئیں یا تو قرآن ہی کہتا کہ میرے اندر بعض آیات منسوخ بھی ہیں مگر وہ تو کہتا ہے کہ اِس کتاب میں صرف دو ہی قسم کی آیات ہیں محکمات یا متشابہات اور متشابہات کے معنے منسوخ کے نہیں پھر یہ تیسری قسم کی آیات کہاں سے آگئیں جن کو منسوخ کہا جاتا ہے۔

عقل بھی یہی کہتی ہے

کہ جو کتاب آخر زمانہ تک کے لئے ہو وہ لازماً کامل ہونی چاہیئے اور جب کوئی کتاب کامل ہوگی تو لازماً وہ زندہ بھی رہے گی یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کامل کتاب نازل ہو اور پھر اسکی برکات کا سلسلہ معدوم ہو جائے اور اُس کے پاکیزہ اثرات جاتے رہیں۔ اِسی طرح جو کتاب شفاءٌ للناس ہوگی وہ منسوخ ہونے کے شبہ سے کلیتہً پاک ہوگی۔ مَیں تو سمجھتا ہوں قرآن کریم کو شفاءٌ للناس اِسی لئے کہا گیا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں یہ غلط عقیدہ پیدا ہونے والا تھا کہ قرآن کریم کی کئی آیات منسوخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے شفا قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اِس میں کسی منسوخ آیت کے ہونے کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا یہ کتاب تو علاج کے لئے نازل کی گئی ہے اور دوا میں اگر کسی قسم کی بھی

غلط آمیزش کا شبہ

ہو تو اُسے استعمال نہیں کیا جا سکتا چنانچہ دیکھ لو وہی شخص جو کہتا ہے کہ قرآن میں کچھ آیتیں منسوخ ہیں اُسی سے پوچھو کہ کیا کسی جوشاندہ میں اگر تھوڑا سا سنکھیا ملا ہوا ہو تو تم اسے استعمال کر لوگے۔ وہ کبھی ایسے جوشاندہ کو نہیں پیئے گا کیونکہ ڈرے گا کہ اگر اس میں سنکھیا ہوا تو مَیں مر جاؤں گا اِسی طرح اگر قرآن میں کچھ منسوخ آیات بھی ہیں تو کسی نے عمل کیوں کرنا ہے وہ تو کہے گا معلوم نہیں یہ آیت منسوخ ہے یا وہ آیت منسوخ ہے۔ پس شفاءٌ للناس کہہ کر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ انسان سب سے زیادہ دوا کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ اگر مَیں نے احتیاط نہ کی تو علاج کرتے کرتے مر جاؤں گا پھر جب تم اپنے متعلق یہ احتیاط کرتے ہو کہ تمہاری دوا میں کوئی زہر نہ ملی ہوئی ہو تو جس کتاب کو خدا تعالیٰ نے لوگوں کی امراضِ روحانیہ کا نسخہ قرار دیا ہے اُسکے متعلق تم یہ عقیدہ کس طرح رکھ سکتے ہو کہ اُس میں غیر اجزاء بھی پڑے ہوئے ہیں اور پھر یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ سنکھیا ہے یا بیش ہے یا پارہ ہے یا کیا چیز ہے گویا بالکل ویسی ہی بات ہے جیسے کسی جوشاندہ میں کوئی زہر ملا دیا گیا ہو ایسی صورت میں قرآن کا کیا اعتبار رہا۔ پھر جس کتاب کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ وہ قیامت تک کے لئے ہے اُسکے متعلق مسلمانوں نے یہ عقیدہ رکھ لیا کہ رازی تک جس قدر نکتے کھل سکتے تھے کھل گئے اب تمام

نکات اور معارف کا سلسلہ ختم

ہو چکا ہے اب کوئی نیا نکتہ اِس کتاب میں سے نہیں نکل سکتا اور جب اِس کتاب کے متعلق یہ عقیدہ رکھ لیا جائے تو پھر کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ قرآن شریف پڑھا کرے وہ تو پھر رازی کی کتاب ہی پڑھا کرے گا جیسے لوگ بڑے شوق سے انگور کھاتے ہیں لیکن انہی انگوروں کا اگر شربت بنا لیا جائے تو پھر لوگ شربت کی بوتل رکھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب انگور لے کر ہم نے کیا کرنا ہے اِسی طرح

جب امام رازی تک قرآن کا نچوڑ تمام تفسیروں میں آ گیا تو مسلمانوں کو کوئی ضرورت نہ رہی کہ وہ قرآن پڑھا کریں اسی لئے قرآن جاننے والے مسلمان بہت کم پائے جاتے ہیں لیکن تفسیریں پڑھے ہوئے مسلمان کافی تعداد میں مل جاتے ہیں صرف

مولوی عبید اللہ صاحب سندھی

نے مسلمانوں میں درس قرآن کا کچھ رواج ڈالا ہے اور وہ بھی ہم سے سیکھ کر کیونکہ وہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قادیان آتے رہے ہیں ورنہ صدیوں تک مسلمان جلالین اور دوسری تفسیریں ہی پڑھتے رہے ہیں۔ قرآن کی طرف انہوں نے توجہ نہیں کی کیونکہ جب انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ افشردۂ انگور ہم نے لے لیا ہے تو پھر باقی جو کچھ رہ گیا وہ اُن کی نگاہ میں صرف چھلکے کی حیثیت ہی رکھ سکتا تھا اُس کو لے کر انہوں نے کیا کرنا تھا۔

چھٹی بات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیش فرمائی کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ اپنی قدرتوں کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔ غیر احمدی کہتے ہیں کہ اب خدا تعالیٰ معجزات ظاہر نہیں کرتا گو اُنہی میں سے ایک طبقہ اِس بارہ میں اُن سے اختلاف بھی رکھتا ہے اور وہ معجزات کا قائل ہے مگر جو معجزات ماننے والے ہیں وہ ایسے ایسے معجزات مانتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک شخص نے ہمارے خلاف ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مرزا صاحب اپنا بڑا معجزہ یہ بیان کرتے ہیں کہ لیکھرام اُن کی پیشگوئی کے مطابق مارا گیا یا فلاں کے ہاں بیٹا پیدا ہو گیا بھلا یہ بھی کوئی معجزہ ہے معجزہ تو یہ ہوتا ہے کہ

سید عبد القادر صاحب جیلانی

کے پاس ایک دفعہ ان کا ایک مرید آیا اور اُس نے پوچھا کہ حضور کبھی مُردے بھی زندہ ہوتے ہیں یا نہیں کہنے لگے کیوں نہیں میں ابھی دکھا دیتا ہوں وہ اُس وقت مرغا کھا رہے تھے پہلے تو خوب مزے لے لے کر اس کی بوٹیاں کھائیں جب کھا کر فارغ ہوئے تو کہنے لگے ارے اِسکی ہڈیاں جمع کر کے لانا ہڈیاں جمع کر کے لائی گئیں تو انہوں نے اُوپر ہاتھ رکھا اور اُسی وقت کُڑ کُڑ کُڑ کرتا ہوا مرغ نکل آیا وہ کہنے لگا یہ ہوتا ہے معجزہ۔

بھلا یہ کیا معجزہ ہے

کہ فلاں آدمی مرجائے گا اور فلاں کے ہاں بیٹا پیدا ہو جائے گا پس یا تو وہ یہ کہیں گے کہ معجزہ ہوتا ہی نہیں اور یا پھر کُڑ کُڑ کُڑ کرتا ہوا معجزہ مانگیں گے درمیان میں کوئی مقام ہی نہیں

ہوتا جہاں وہ ٹھہر سکیں لیکن دیکھو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کل یوم ھو فی شان فبای اٰلاء ربکما تکذبان (الرحمٰن پ ۲۷ ع ۱۲) تمہارا خدا وہ ہے جو ہر وقت ایک نئی قدرت دکھاتا ہے۔ یہ کہنا کہ کسی وقت اس کی قدرت ظاہر نہیں ہو سکتی درست نہیں بلکہ ہر وقت ہی اللہ تعالیٰ اپنی نئی قدرت اور نیا جلوہ دکھاتا ہے۔ دیکھی ہوئی چیز کو دوبارہ دیکھنا لطف نہیں دیتا انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے جدّت کا مادہ رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ جب ریل گاڑی جاری ہوئی تو شروع شروع میں لوگ اُسے عجوبہ سمجھتے ہوئے اُس پر پھولوں کے ہار ڈالتے تھے لیکن آہستہ آہستہ اُن کا جوش ختم ہو گیا پھر ہوائی جہاز اور دوسری سواریاں نکلیں تو اُن کی طرف متوجہ ہو گئے۔ غرض فطرتِ انسانی کو

ہمیشہ نئی چیزوں سے لُطف آتا ہے

اور وہ نئی نئی چیزوں سے تسلّی پاتی ہے۔ مجھے قرآن پڑھ کر بڑا مزہ آتا ہے لیکن جب کبھی رات کو خدا میرے کان میں کوئی بات کہتا ہے تو کچھ نہ پوچھو کہ اُس کا کیا مزہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک نئی چیز ہوتی ہے۔ غرض قرآن یہ کہتا ہے کہ خدا ہر گھڑی ایک نئی قدرت دکھاتا ہے مگر مسلمان اِس کا انکار کرتے ہیں۔

عقل بھی یہی کہتی ہے

کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرتیں دکھائے کیونکہ جب خدا دیکھتا ہے اور اسکے دیکھنے کی صفت معطل نہیں جب وہ سنتا ہے اور اسکے سننے کی صفت معطل نہیں۔ جب وہ پیدا کرتا ہے اور اس کے پیدا کرنے کی صفت معطل نہیں تو اسکی قدرت کی صفت کیوں ظاہر نہیں ہو سکتی جس طرح وہ سمیع ہے اور بصیر ہے اور خالق ہے اور یہ صفات ہمیشہ ظاہر ہوتی ہیں اسی طرح ضروری ہے کہ اُس کی قدرت کی صفت بھی ہمیشہ ظاہر ہو۔

جذباتِ صحیحہ بھی یہی کہتے ہیں

کیونکہ جذباتِ صحیحہ ایک مفید تغیر کی ہمیشہ خواہش رکھتے ہیں اور یہ بات انسانی فطرت میں پائی جاتی ہے چنانچہ اسی فطرت کے تقاضا کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسم بدلتے ہیں اور نئے نئے پھل پیدا ہوتے ہیں اور انسان بھی کبھی اپنے لباس میں تغیر کرتا ہے اور کبھی مکان میں اور کبھی نئے نئے کھانے تیار کرتا ہے کیونکہ نئی چیز سے فطرت تسکین پاتی اور ایک لطیف حظ محسوس کرتی ہے تم تو شاید اسے بچوں والی بات کہو گے لیکن عاشق ہر بات کو اپنے عشق کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے جب بادل آتا۔ بوندیں برسنے لگتیں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم باہر صحن میں نکلتے

اور اپنی زبان پر بارش کا قطرہ لیتے اور فرماتے

یہ میرے رب کی تازہ نعمت کا مزہ ہے

تمہارے لئے تین دن برابر بارش برستی رہے تب بھی تمہارے دل میں کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بارش کے ایک تازہ قطرہ کو بھی دیکھتے تو اُسے اپنی زبان پر لیتے گویا قطرہ کیا آیا خدا تعالیٰ کی طرف سے پانی کا ایک ٹھنڈا اور شیریں گلاس آ گیا یہی ہے سچا عشق اور یہی کی ہر مومن سے امید کی جاتی ہے۔ وہ شخص عاشق ہی کس طرح کہلا سکتا ہے جس میں یہ جذبہ نہ ہو کہ میرا خدا میرے لئے نئی نئی قدرتیں ظاہر کرے۔

ساتویں بات

جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی وہ یہ ہے کہ مذہب کی بنیاد اخلاق پر ہے اسی زمانہ کے علمائے سُو غیر مسلموں سے بدسلوکی جائز سمجھتے ہیں۔ وہ قتل مرتد کو ضروری سمجھتے ہیں امن پسند غیر مسلم سے لڑنے کو ثواب سمجھتے ہیں

....

.... جو مسلمان کو غلام نہ بنائے اُسے بھی غلام بنانا جائز سمجھتے ہیں۔ جو اختلاف رکھتا ہو اسے تنگ کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی تحقیر جائز سمجھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آ کر یہ اصول پیش کیا کہ مذہب پر افراد سے زیادہ

اخلاق کی پابندی

ضروری ہے اس لئے غیر مسلموں سے بدسلوکی مت کرو اور آپ نے فرمایا جہاد کے معنے یہ ہیں کہ جب دشمن اسلام کو مٹانے کے لئے حملہ کرے تو اسکے حملہ کا جواب دو۔ اگر وہ تمہارے آدمیوں کو جنگ میں پکڑ کر غلام بناتا ہو تو تم بھی اُس کے آدمیوں کو پکڑ کر غلام بنانے کے حقدار ہو لیکن بغیر جنگ کے وہ غلام بناتا ہو تب تم اُس کی نقل نہ کرو کہ بغیر جنگ کے غلام بنا لو کیونکہ

جنگ کی ذمّہ داری

قوم پر ہوتی ہے اس لئے اگر جنگ کے نتیجہ میں کوئی فعل خراب نکلتا ہے تو قوم جواب دہ ہے لیکن اگر فرد کے کسی فعل کے نتیجہ میں کام خراب ہوتا ہے تو قوم جواب دہ نہیں ہو سکتی پس اگر جنگ کے نتیجہ میں وہ تمہارے آدمیوں کو پکڑ کر غلام بنا لیتے ہیں تو تم بھی بنا لو لیکن اگر فرد تمہارے آدمی کو پکڑ کر لے جاتا ہے تو تمہارا کوئی حق نہیں کہ تم اُسکے آدمی پکڑ کر لے آؤ کیونکہ وہ ایک فرد کا فعل ہے۔ اختلافِ مذہب یا عقیدہ پر چڑنا درست نہیں کہ حریت انسان کا پیدائشی

حق ہے۔ سمجھانا اور تبلیغ کرنا تمہارا کام ہے لڑنا اور فساد کرنا تمہارا کام نہیں۔ اسی طرح فرمایا غیر قوموں کے بزرگوں کو گالیاں دینا تمہارا کام نہیں تمہارا فرض ہے کہ اُن کا ادب اور احترام کرو چنانچہ قرآن کریم میں یہ آیتیں موجود ہیں۔

(۱) ولا تمسکوا بعصم الکوافر (الممتحنہ ع ۲)

یعنی کافر عورتوں کے ننگ و ناموس کو اپنے قبضہ میں نہ رکھو۔

اس میں

یہ اُصول بتایا گیا ہے

کہ غیر قوم کا حق مارنا جائز نہیں۔ بے شک وہ کافر ہوں گی۔ لیکن بوجہ کافر ہونے کے انہیں قتل نہیں کرنا بلکہ آرام سے انہیں اپنے کافر ماں باپ کے پاس ان کے گھر پہنچا دینا۔

(۲) پھر فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (بقرہ ع ۳۴) دین میں کوئی جبر نہیں چاہے تمہارے خلاف ہی کوئی شخص عقیدہ رکھنا چاہے تو وہ رکھ سکتا ہے (۳) پھر فرماتا ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا (الحج ع ۱۳ ۶) جن کے ساتھ لڑائی کی جاتی ہے اُن کو اجازت ہے کہ وہ لڑیں دوسرے جن کے ساتھ لڑائی نہیں کی جاتی اُن کو اجازت نہیں

(۴) پھر فرماتا ہے ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض (انفال ع ۹) بغیر خطرناک جنگ کے غلام بنانا ناجائز ہے۔ جنگ ہو اور سخت جنگ ہو اسکے بعد غلام بنانا جائز ہے ورنہ بغیر جنگ کے جائز نہیں (۵) پھر فرماتا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم (آل عمرٰ ع ۱۳ ۱۹) جن لوگوں کو یہ خدا کے سوا معبود بناتے ہیں وہ خواہ اُن کو خدا بنا دیتے ہیں تب بھی تم ان کو گالیاں مت دو ورنہ وہ تمہارے خدا کو بُرا بھلا کہنے لگ جائیں گے یہ اصول جو قرآن کریم نے بیان کئے ہیں انسانی فطرت کے مطابق ہیں۔

اسلام میں ایک ہی فرقہ جنتی ہے
اس کی تفصیل کے لئے دیکھو
اہلِ اسلام کس طرح ترقی
کر سکتے ہیں؟
چوبیسواں ایڈیشن
کارڈ آنے پر۔ مُفت
عبد اللہ الہ دین سکندر آباد دکن

سچی

عقل بھی یہی کہتی ہے

دینی عقیدہ جھوٹ ہو یا سچ اکثریت اپنے نزدیک اسے ویسا ہی سچا سمجھتی ہے جیسے اسلام کی اکثریت اپنے مذہب کو سچا سمجھتی ہے عیسائیت جھوٹی ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ دنیا کا اکثر عیسائی عیسائیت کو کیا سمجھتا ہے سچا سمجھتا ہے۔ ہندو مذہب جھوٹا ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ دنیا کا اکثر ہندو اپنے مذہب کو کیا سمجھتا ہے سچا سمجھتا ہے۔ یہودی مذہب یقیناً جھوٹا ہے۔ میں جھوٹے کا لفظ بولتا ہوں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس زمانہ میں وہ مذہب ختم ہو چکا ہے ورنہ ابتداء کے لحاظ سے نہیں لیکن

سوال یہ ہے

کہ یہودیوں کا اکثر حصہ یہودیت کو کیا سمجھتا ہے۔ سچا سمجھتا ہے۔ اگر اس بات پر کسی کو قتل کرنا جائز ہے۔ اس بات پر کسی کو لوٹ لینا جائز ہے۔ اس بات پر کسی کو مار دینا جائز ہے کہ میں سمجھتا ہوں میرا مذہب سچا ہے تو پھر عیسائیت کو کیوں یہ حق حاصل نہیں چھ سو سال تک عیسائیت نے دنیا پر غلبہ حاصل کیا ہے۔ اب بھی اس کو غلبہ حاصل ہے۔ اگر عیسائیت انسانیت کو چھوڑ دے اگر روس کا کانٹا اس کے اندر سے نکل جائے تو آج بھی عیسائی مسلمان ملکوں کو تباہ کر سکتا ہے لیکن وہ نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اس نے اپنے جھوٹے مذہب میں بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے کہ مذہب کی خاطر کسی کو نہیں مارنا پہلے کرتے رہے ہیں

سارا فلپائن مسلمان تھا

اسے عیسائی کر لیا گیا۔ گویا انہوں نے عیسائی بنا لیا۔ لیکن اب وہ نہیں کرتے پس اگر یہ عقیدہ درست ہو کہ جب ایک قوم کی اکثریت ہو۔ اور اکثریت کو کسی اقلیت سے اختلاف ہو تو اس کا حق ہے کہ وہ زبردستی دوسروں سے ان کا مذہب بدلوا لے۔ انہیں مارے پیٹے۔ تو پھر عیسائی کو یہ کیوں حق حاصل نہیں۔ ہندو کو کیوں یہ حق حاصل نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو ہندو بنا لے۔ چین میں کنفیوشس مذہب کے پیروؤں کو کیوں یہ حق نہیں کہ وہ لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کر لیں۔ فلپائن میں جہاں اب بھی پندرہ بیس ہزار مسلمان پڑا ہے عیسائیوں کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً مسلمانوں کو عیسائی بنالیں۔ امریکہ کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً ان مسلمانوں کو جو اس کے ملک میں رہتے ہیں عیسائی بنالے۔ روس کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً سب کو عیسائی بنالے یا جبراً سب کو کمیونسٹ بنالے۔

اگر تمہارا حق ہے

اور تم دوسروں کو جبراً اپنے عقیدہ پر لا سکتے ہو تو ویسا ہی عقلاً دوسروں کو بھی حق حاصل ہے۔ لیکن اس حق کو جاری کر کے دنیا میں کبھی امن قائم رہ سکتا ہے؟ اس حق کو جاری کر کے کیا تم اپنے بیٹے کو بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ مسئلہ ٹھیک ہے بیوی کو بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ مسئلہ ٹھیک ہے کہ عیسائیوں کا حق ہے کہ وہ مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنالیں۔ مسلمانوں کا حق ہے کہ وہ عیسائیوں کو زبردستی مسلمان بنالیں احمدیوں کی حکومت ہو تو اُن کا حق ہے کہ وہ غیر احمدیوں کو احمدی بنالے۔ ایران والوں کا حق ہے کہ وہ سب حنفیوں کو زبردستی شیعہ بنالیں۔ اگر ایسا ہو تو سارا پاکستان بڑی خوشی سے کہے گا کہ الحمد للہ جزاک اللہ کیا اچھا کام کیا ہے۔ غرض یہ ایسی عقل کے خلاف بات ہے کہ کوئی عقل بھی اس کو تسلیم نہیں کرتی۔

جذباتِ صحیحہ بھی اس کے خلاف ہیں

کیونکہ ہر ایسے شخص کو جو دیانت داری سے اختلاف رکھتا ہے سزا دینا انسانی فطرت پسند نہیں کرتی۔ واقعات کو بھی دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کرتے تھے۔ کیونکہ آپؐ کا عقیدہ تھا۔ مکہ والے آپ کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ مگر وہ کہتے تھے کہ ہم ڈنڈے سے سیدھا کریں گے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیتے تھے۔ ایک دفعہ خانہ کعبہ سے باہر ایک پتھر کی چٹان پر صفا میں آپ بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ سوچ رہے تھے۔ چہرہ پر آپ نے اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا اور سہارا لے کر سوچ رہے تھے کہ ابوجہل نے دیکھا اور اس نے آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیٹھے رہے۔ پھر اس کمبخت نے زور سے آپ کو تھپڑ مارا کہ ہمارے بزرگوں کی ہتک کرتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر صرف آنکھ اٹھائی اور کہا کہ آخر تم لوگ مجھے کیوں دکھ دیتے ہو اور کیوں میرے ساتھ دشمنی کرتے ہو۔ میرا سوائے اس کے کیا قصور ہے کہ میں کہتا ہوں کہ تمہارا خدا جو تمہیں پیدا کرنے والا ہے اس کو مان لو۔ ابوجہل اس فقرہ کو سن کر چلا گیا۔ پاس ہی

حضرت حمزہؓ

کا مکان تھا۔ حمزہؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان کی ایک لونڈی اس وقت دروازہ پر کھڑی یہ نظارہ دیکھ رہی تھی۔ غلام غلام ہی ہوتا ہے لیکن دیر تک رہنے کی وجہ سے وہ بھی خاندان کا جزو ہو جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر اس کا دل برداشت نہ کر سکا اور وہ سارا دن کڑھتی رہی۔ حمزہؓ اپنی عادت کے مطابق شکار کو گئے ہوئے تھے شام کے وقت ترکش گردن میں ڈالی ہوئی اور کمان پکڑی ہوئی بڑے اکڑتے ہوئے جیسے شکاری ہوتے ہیں غرور سے گھر میں داخل ہوئے۔ اُن کو اس حالت میں دیکھتے ہی اس لونڈی کو غصہ آگیا وہ تھی لونڈی مگر پرانی تھی اور اپنا حق سمجھتی تھی دیکھ کر کہنے لگی۔ بڑا اونچا بنا پھرتا ہے تُو اور کمان لٹکائی ہوئی ہے آخر یہ کس بات کے لئے ہے۔ آج میں نے دیکھا کہ تیرا بھتیجا باہر پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں دروازہ پر کھڑی تھی خدا کی قسم میں نے سنا اُس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ اور پھر ابوجہل نے آکر اس کو تھپڑ مارا۔ یہ فقرہ حمزہؓ نے سنا۔ وہ حمزہ جو بعض قرآن سنتا تھا مگر اسلام لانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ جب اس کے سامنے ننگے طور پر یہ بات پیش کی گئی کہ ایک شخص عقیدہ پیش کرتا ہے اور ایک ظالم اٹھ کر اسے مارتا ہے تو

حمزہؓ سے برداشت نہ ہو سکا

وہ اسی وقت گھر سے نکلے۔ خانہ کعبہ میں ابوجہل اور اس کے ساتھی رؤساء بیٹھے ہوئے تھے اور مجلس میں گپیں لگ رہی تھیں۔ حمزہؓ نے پہنچتے ہی اپنی کمان اٹھا کر اس کے مُنہ پر ماری اور کہا محمدؐ تیرے آگے جواب نہیں دیتا اس لئے تو دلیر بنتا ہے۔ اب میں نے تیرے مُنہ پر کمان ماری ہے اور سارے مکہ والوں کے سامنے تیری ہتک کی ہے۔ اٹھ اگر تیرے اندر طاقت ہے تو جواب دے۔ وہ امراء جو اس کے ساتھ بیٹھے تھے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ بدلہ لیں۔ لیکن حق کا رعب ہوتا ہے۔ ابوجہل نے سمجھا اس وقت ماریا تو آدھا مکہ اس کی طرف سے کھڑا ہو جائے گا۔ اس لئے اس نے کہا آج مجھ سے ہی کچھ غلطی ہو گئی تھی۔ میں نے بلا وجہ آج محمدؐ کو مارا تھا۔ اور اس نے اپنے ساتھیوں کو ٹھنڈا کر دیا لیکن آگ سلگ چکی تھی۔ حمزہؓ وہاں گئے جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھا کرتے تھے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں۔ اور اسلام لے آئے۔ یہ تھی حق کی مظلومیت

مظلومیت خود اپنے اندر طاقت رکھتی ہے

تم ظلم کرتے چلے جاؤ سعید فطرتیں ہمیشہ اُس کے مقابلہ میں پروٹسٹ کریں گی ہمیشہ اس کے خلاف احتجاج کریں گی۔ مجھے اپنی زندگی کا ایک واقعہ یاد ہے سیالکوٹ میں میں نے لیکچر دیا۔ کشمیر موومنٹ کے سلسلہ میں جلسہ تھا۔ مخالفین نے حملہ کر دیا۔ چنانچہ بیس ہزار آدمی ہجوم کرتے ہوئے اس جگہ جو قلعہ کہلاتا ہے جمع ہو گئے انہوں نے پہلے سے منصوبہ کیا ہوا تھا۔ پتھر اُن کی جھولیوں میں بھرے تھے اور وہ برابر ایک گھنٹہ اور پانچ منٹ تک پتھر برساتے گئے۔ لوگ مجھ سے بہتیری خواہش کرتے کہ لیکچر بند کیجئے۔ مگر میں نے کہا نہیں۔ لیکچر بند نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ برابر پتھر مارتے رہے۔ آخر پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور وہ بھاگ گئے۔ میں نے غیر احمدیوں سے کہا کہ آپ لوگوں کے لئے یہ پتھر نہیں مار رہے ہمارے لئے مار رہے ہیں۔

یہ ہمارا تحفہ ہے

پاس ہی کوٹھی تھی۔ میں نے کہا آپ اس میں چلے جائیں۔ گھر جانا ہے تو گھر چلے جائیں۔ کچھ لوگ اٹھے مگر باقی بدستور بیٹھے رہے اور انہوں نے کہا کہ یہ آپ پر جو پتھر پڑ رہا ہے ناجائز پڑ رہا ہے اور ہم بھی اس میں آپ کے شریک ہیں۔ احمدیوں سے میں نے کہا کروٹ نہیں بدلنا۔ جس وقت کوئی ڈھیر ہو جائے اُس وقت دوسرے لوگ اُسے اٹھا کر لے جائیں۔ چنانچہ پچیس ۲۵ آدمی ہمارے زخمی ہوئے اور ایک کا تو بالکل ہی مارا گیا۔ مگر کوئی احمدی ہلا نہیں۔

پیغامیوں کے ایک مبلغ ہوتے تھے جو ہمارے شدید مخالف تھے اب وہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے نام بتانے میں کوئی حرج نہیں یعنی مولوی عصمت اللہ صاحب۔ وہ ہمارے سخت مخالف تھے۔ لیکن رات کے ایک بجے وہ اس کوٹھی پر پہنچے جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ عصمت اللہ صاحب آئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ خواہ ایک منٹ ہی ملاقات کا موقع دیا جائے میں ضرور ملنا چاہتا ہوں۔ جب وہ آئے تو میں نے کہا فرمائیے اس وقت کیوں آئے۔ کہنے لگے میں اس وقت جلسہ گاہ سے آرہا ہوں۔ ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف ہے سب کچھ ہے۔ لیکن خدا کی قسم آج میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے زمانہ میں یہ نظارہ نظر آیا تھا اور یا آج آج یہ نظارہ نظر آیا ہے۔ پس بیشک ظلم ہوتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ جذباتِ صحیحہ ہمارے ساتھ ہیں۔

دیکھو ہر شخص جانتا ہے کہ

ایمان کے بغیر نجات نہیں

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان اس کو کہتے ہیں جو غیر متزلزل ہو۔ اور غیر متزلزل یقین ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ نقلِ صحیح اور عقلِ صحیح اور جذباتِ صحیح اس کے ساتھ نہ ہوں۔ اور میں نے بتایا ہے کہ ہمارے سارے کے سارے مسائل میں نقلِ صحیح ہمارے ساتھ ہے۔ عقلِ صحیح ہمارے ساتھ ہے اور جذباتِ صحیحہ ہمارے ساتھ ہیں اس لئے جہاں تک عقل کا سوال ہے کوئی احمدی متزلزل نہیں ہو سکتا۔ لالچ میں آ سکتا ہے۔ ڈر سکتا ہے۔ اور جہاں تک واقعات کا اور عقل کا سوال ہے دنیا کا کوئی انسان ہم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بعض لوگ کانوں میں انگلیاں ڈال ڈال کر ہم سے بچنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ احمدیوں کی مجلسوں میں نہ جاؤ ان کے جلسوں کو نہ سنو۔ تعریفیں ہوں تو

قرآن میں بھی یہی لکھا ہے

کہ مخالف کہتے ہیں کہ قرآن نہ سنو۔ کہیں اس کی آواز تمہارے کان میں نہ پڑ جائے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کسی جگہ عقل داخل ہوئی تو ہم مر گئے۔ کسی جگہ نقل داخل ہوئی تو ہم تباہ ہو گئے۔ کسی جگہ جذباتِ صحیحہ داخل ہوئے تو ہم گئے۔ اس لئے وہ اپنے کانوں میں روئیاں ٹھونستے ہیں مگر تم وہ ہو جن کو ہم کہتے ہیں کہ ہر مجلس میں جاؤ اور کان کھول کر جاؤ تمہیں کوئی ڈر نہیں۔ اور تمہارا مخالف تمہاری مجلس میں آنے سے پہلے اپنے کانوں میں روئی ڈالتا ہے تاکہ اس کا ایمان بچ جائے۔ مگر آخر کب تک وہ روئی ڈالے گا۔ کسی دن اس کی روئی گرے گی۔ کسی دن تمہاری آواز اس کے کان میں پڑے گی اور وہ متاثر ہو کر تمہارے ساتھ شامل ہو جائیگا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

اُمّتِ محمدیہ کا اجتماعی ذہن اور مسیح موعود کا مقام

ایک گفتگو کا خلاصہ

از مکرم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل

چند ہفتے کی بات ہے کہ ربوہ میں باہر کے ہائی سکولوں کے چند ہیڈ ماسٹر صاحبان تشریف لائے تھے۔ اُن کی خواہش پر مجھے ان سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ ایک صاحب جو نہایت سنجیدہ اور متین آدمی تھے انہوں نے نہایت سنجیدگی سے یہ سوال کیا کہ امتِ مسلمہ کا اجتماعی ذہن یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کو کسی نبی کی ضرورت نہیں اور نہ ہی امت میں کسی نبی کے آنے کا سوال ہے مگر آپ لوگ مسلمانوں کے اجتماعی ذہن کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آخر یہ کیوں ہے؟

میں نے اس سوال کا تفصیلی جواب ان کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ جسے اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی تصریحات کو الگ رکھتے ہوئے بھی اگر مسلمانوں کے عقیدہ پر نظر کی جائے تو ہمارے لئے اجتماعی ذہن سے مخالفت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اجتماعی ذہن امت مسلمہ کا یہ ہے کہ:-

ا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال میں عظیم فساد کے پیدا ہونے کی پیشگوئی موجود ہے اور مسلمانوں کے مسلمات میں یہ بات داخل ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے جب اسلام کا صرف نام اور قرآن مجید کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے ایمان ثریا پر جا چکا ہوگا اور اسلامی شریعت پر عمل اٹھ جائے گا۔ مسلمانوں کے تمام مفکر اس خیال پر متفق ہیں کہ یہ وقت آ چکا ہے اور قرآن وحدیث کی یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔

ب۔ مسلمانوں کے دو عظیم فرقے یعنی شیعہ اور سنی اس امر پر اتفاق رکھتے ہیں کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور مسلمانوں کا شریعت کی طرف عود کرنا اُسی وقت ہوگا جب خدا کی طرف سے کوئی فرستادہ کھڑا ہوگا۔ اُس آنے والے موعود کو مسیح بھی کہتے ہیں۔ مہدی بھی قرار دیتے ہیں اور قائم آلِ محمدؐ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں اس موعود کا فرض یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اسلامی شریعت کو از سرِ نو قائم کرے اور مسلمانوں میں زندہ ایمان پیدا کرے۔ مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دے اور اسلام کے فضائل اور قرآن مجید کی برتری کو ثابت کرے۔

ج۔ شیعہ حضرات کے نزدیک ہر امام معصوم ہوتا ہے اور اُن کے نزدیک اسے علم غیب حاصل ہوتا ہے اور امام سے علیحدہ کر اور اُس کی مخالفت کر کے انسان نجات سے محروم ہو جاتا ہے امام مہدی کے متعلق شیعہ عقیدہ اس سے بھی آگے ہے رجعت کے قائلین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ امام مہدی کے ظہور کے وقت جملہ وفات یافتہ انبیاء بھی زندہ کر کے لائے جائینگے اور امام مہدی کے ناموں میں ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں یعنی اسے یہ سب نام خدا کی طرف سے دئے جائینگے ظاہر ہے کہ یہ مقام، نبوت کے مقام سے کسی طرح پیچھے نہیں ہے اہل سنت والجماعت حضرات مسیح موعود کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں وہی دوبارہ واپس آئیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور منصب نبوت کبھی بھی کسی نبی سے چھینا نہیں جاتا اسی لئے مسلم شریف کی حدیث میں ان کے نام کے ساتھ چار دفعہ نبی اللہ کا لفظ دہرایا گیا ہے۔ یہ بھی صراحت موجود ہے کہ مسیح موعود پر اس کے ظہور کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی بھی نازل ہوگی۔ آخری زمانہ کے فتنوں سے نجات دینے کیلئے اُن کی بعثت ہوگی ان کے ماننے والے خدا تعالیٰ کا قرب پائیں گے۔ اور ان کے مخالف خدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنیں گے۔

یہی اجتماعی ذہن کم و بیش تمام چھوٹے چھوٹے فرقوں کا ہے خواہ وہ اہل سنت والجماعت کی شاخ ہوں خواہ وہ اہل تشیع کی طرف نسبت رکھتے ہوں۔ بہر حال جملہ مسلمانوں کا اجتماعی ذہن آخری زمانہ کے موعود کے بارے میں یہی ہے کہ وہ نبوت کے مقام پر سرفراز ہوگا اسی نظریہ کا ایک واضح اثر مفسرین کی تفاسیر میں یوں آتا ہے کہ خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس بات کے ذکر کے لئے مجبور پاتے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلامی شریعت کے تابع ہوں گے اس لئے ان کی آمد خاتم النبیین کے منافی نہیں ہے یہ مسئلہ اپنی ذات میں صحیح ہو یا غلط کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ بیٹھے ہیں اور وہی دوبارہ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مامور ہونگے اتنا تو بہر حال ثابت ہو گیا۔ کہ جہاں تک مسلمانوں کے اجتماعی ذہن کا تعلق ہے وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آخری زمانہ کی اصلاح اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ ایک عظیم الشان نبی کی بعثت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ شیعہ صاحبان اپنے اماموں کو جو مقام دیتے ہیں وہ کسی طرح نبوت کے مقام سے کم نہیں۔ اور اس کے باوجود شیعہ صاحبان امامت کو امت میں جاری وساری مانتے ہیں پس اصل بات یہ ہے کہ جماعت احمدیہ اجتماعی ذہن کے لحاظ سے تو مجموعی طور پر مسلمانوں کی ہمنوا ہے۔ آنے والے مسیح موعود کو سب مسلمان اللہ تعالیٰ کا نبی مانتے ہیں اور جماعتِ احمدیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ آیا آنیوالا موعود امتِ محمدیہ کا ایک فرد ہے جسے اللہ تعالیٰ اس بلند منصب پر سرفراز فرمائے گا یا وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں جنہیں قرآن مجید نے رسولاً الی بنی اسرائیل قرار دیا تھا۔ اور یہ بات نصوص قرآنیہ کی رو سے فوراً طے ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور وہ جسمانی طور پر امت میں آنے والے نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی رو سے وفاتِ مسیح کا اقرار تو جامعہ ازہر کے شیخ الاسلام نے بھی کر دیا ہے۔ لہٰذا مسیح کو آسمانوں پر زندہ سمجھنا تو کسی طرح درست نہیں۔ اب قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں مسلمانوں کا اجتماعی ذہن اسی طرح ظہور فرما ہو سکتا ہے کہ امت محمدیہ کے کسی فرد کو اس بلند منصب پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑا کیا جائے اور وہ مقررہ فرائض کو بجا لا کر اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا موجب ہے۔

جب یہ گفتگو ان ہیڈ ماسٹر صاحبان سے پوری تفصیل سے ہوئی تو سنجیدہ دوست جنہوں نے سوال کیا تھا۔ خاص طور پر وعدہ کیا کہ وہ اس بات پر غور کریں گے۔ مسیح موعود کے منصب کے بارہ میں اجتماعی عقیدہ سے گریز اختلاف اور تفرقہ کا موجب بن رہا ہے اور مسلمانوں کو خواہ مخواہ غلط بحثوں میں الجھایا جا رہا ہے بات تو مختصر اور صاف ہے کہ آنیوالا مسیح موعود بہر حال امتی نبی ہے ہاں یہ طے کیا جا سکتا ہے کہ آنیوالا آسمانوں سے آئے گا یا سنت کے مطابق زمین سے ہی پیدا ہوگا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چولہ بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق تحقیق

اور اس کا سکھوں پر اثر

(از مکرم عباد اللہ صاحب گیانی)

سیدنا و امامنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے آخری دین اسلام کی حقانیت اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کو واضح کرنا تھا۔ حضور ؑ نے اپنی بعثت کے اس مقصد کو کما حقہ پورا کرنے کے لئے مختلف طریق اختیار فرمائے۔ چنانچہ ایک طرف تو حضور ؑ نے اسلام کی مقدس تعلیم اور اس کے تازہ بتازہ ثمرات دنیا کے سامنے پیش کئے اور دوسری طرف دیگر مذاہب کی تعلیمات سے اسلام کی تعلیم کا مقابلہ اور موازنہ کر کے اسلام کی برتری اور فوقیت ثابت کی اور یہ اعلان فرمایا کہ :۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اس سلسلہ میں حضور ؑ نے جہاں عیسائیت اور آریہ دھرم وغیرہ مذاہب کی تعلیمات سے اسلام کا موازنہ کر کے یہ ثابت کیا کہ دنیا زندہ اور کامل مذہب صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ باقی تمام مذاہب اپنا وقت گذار چکے ہیں اور موجود زمانہ کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ وہاں سکھ مذہب کی رو سے بھی اسلام کی صداقت واضح کی اور گورو گرنتھ صاحب۔ جنم ساکھیوں اور دوسری مستند سکھ کتب کے حوالہ جات سے یہ ثابت کیا کہ گورو نانک جی مہاراج (جنہیں سکھ صاحبان اپنے مذہب کا بانی اور پہلا گورو تسلیم کرتے ہیں) اسلام کے شیدائی اور پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے فدائی تھے۔ حضور ؑ نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں علاوہ مستند سکھ کتب سے متعدد حوالہ جات پیش کرنے کے گورو نانک جی کا وہ مقدس چولہ بھی پیش کیا جو ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور (انڈیا) میں صدیوں سے سکھ صاحبان کے قبضہ میں گورو جی کی ایک مقدس یادگار کے طور پر چلا آ رہا تھا اور ہر سال میلہ چولہ صاحب کے نام پر ایک بہت بڑا اجتماع بھی کیا جاتا تھا جس میں دور نزدیک کے ہزاروں سکھ شمولیت اختیار کرتے تھے اور پوری عقیدت سے اس چولہ کے درشن کرتے تھے۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس پر جا بجا قرآن شریف کی متعدد آیات درج تھیں۔ اور سکھ کتب میں یہ مرقوم تھا کہ یہ چولہ گورو نانک جی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور خلعت کے ملا تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ :۔

"سکھوں میں یہ امر متفق علیہ واقعہ کی طرح مانا گیا ہے کہ یہ چولہ جس پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے آسمان سے باوا صاحب پر اترا تھا۔ اور قدرت کے ہاتھ سے سیا گیا اور قدرت کے ہاتھ سے باوا صاحب کو پہنایا گیا۔"

(ست بچن صفحہ ۳۰)

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے گورو نانک جی کا اسلام ثابت کرنے سے قبل سکھ کتب میں اس چولہ سے متعلق یہی روایت درج تھی کہ یہ گورو نانک جی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور خلعت ملا تھا۔ اور گورو جی کے لئے آسمان سے اترا تھا (ملاحظہ ہو گورو گرنتھ صاحب وار ماجھ محلہ ۱ صفحہ ۱۵۰۔ گورو گرنتھ کوش صفحہ ۶۲۷۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۴۲۴۔ خورشید خالصہ صفحہ ۶۱۔ نانک پرکاش اترادھ ادھیائے ۱۷۔ گورو نانک سورج ودے جنم ساکھی صفحہ ۳۹۸۔ وار رتنگ نانک پرکاش صفحہ ۳۳۳۔ جیون چرتر گورو نانک جی ہندی صفحہ ۱۰۸۔ جنم ساکھی اردو صفحہ ۴۹۳۔ ولایت والی جنم ساکھی صفحہ ۱۳۔ رسالہ پنجابی ساہت اپریل ۱۹۵۷ء پوتھی مہاتم چولہ صاحب)

چونکہ اس چولہ پر قرآن شریف کی آیات درج تھیں اس لئے جہاں اس سے اسلام کی حقانیت اور صداقت واضح ہوتی تھی۔ وہاں اس سے گورو نانک جی کا اسلام بھی ثابت ہوتا تھا۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ :۔

"تیس برس کا عرصہ ہوا جبکہ میں نے یہ خواب بھی باوا نانک صاحب کو مسلمان دیکھا۔ اسی وقت اکثر ہندوؤں کو سنایا گیا تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ اس کی کوئی تصدیق پیدا ہو جائے گی چنانچہ ایک مدت کے بعد وہ پیشگوئی بکمال صفائی سے پوری ہو گئی۔ اور تین سو برس کے بعد وہ چولہ ہمیں دستیاب ہو گیا جو ایک صریح دلیل باوا صاحب کے مسلمان ہونے پر ہے۔"

(نزول المسیح صفحہ ۲۰۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن شریف کی آیات کا چولہ گورو نانک صاحب کو بطور خلعت کے دیا جانا ایک طرف تو اس امر کا بیّن ثبوت تھا کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور دوسری طرف اس سے گورو نانک جی کے اسلام کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر گورو جی کو اسلام سے کوئی لگاؤ نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی ایسے چولہ کو زیب تن نہ کرتے جس پر قرآن شریف کی آیات درج تھیں۔ اور سکھ کتب سے آپ کا اس چولہ کا پہننا ثابت ہے۔ بلکہ بعض سکھ کتب سے تو اس امر کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ جب گورو نانک جی نے حج کی غرض سے مکہ معظمہ کا سفر اختیار کیا تھا تو یہ خلعت (چولہ صاحب) آپ کے زیب تن تھا (جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صفحہ ۴۹-۵۰۔ نانک پرکاش پوربارده ادھیائے ۵۷۔ وغیرہ)

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گورو جی کے اس مقدس چولہ کو ان کے اسلام کی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا تو بقول ایک ہندو [illegible] کے بعض سکھ پنڈت لیکھرام کے پاس گئے۔ اور ان سے اس بارہ میں امداد چاہی۔ پنڈت جی نے اس کا جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ :۔

"ذکر اذکار کرتے ہوئے (لیکھرام) نے کہا کہ (حضرت) مرزا (صاحب)، قادیانی نے اس چولہ کی جو گورو نانک مکہ سے ہمراہ لائے تھے کچھ روپے دے کر اس پر سے قرآنی آیات وغیرہ کی نقل کر لی ہے اب وہ (حضرت) مرزا (صاحب علیہ السلام) گورو نانک جی کو مسلمان قرار دے رہے ہیں۔ مجھے معزز سکھوں نے کہا تھا کہ آپ اس کا جواب تحریر کریں۔ تو میں نے ان سے یہ شرط پیش کی کہ آپ مہنت مذکور سے چولہ لے کر میرے حوالہ کریں۔ میں جلسہ کر کے روبرو عام لوگوں کے اس کو ماچس لگا کر جلا دوں گا بعد اس کے جواب لکھوں گا۔ انہوں نے مہنت سے چولہ لینے کی مجبوری ظاہر کی اور میں نے خاموشی اختیار کی۔"

(سوانح عمری پنڈت لیکھرام آریہ مسافر و تاریخ آریہ سماج صفحہ ۱۰۱)

قطع نظر اس کے کہ معزز سکھ پنڈت لیکھرام کے پاس گئے یا نہیں گئے اور انہوں نے کوئی درخواست کی یا نہیں کی۔ اس مندرجہ بالا حوالہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پنڈت لیکھرام جیسا معاند اسلام اور مکذب رسول ؐ بھی اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ جب تک یہ چولہ اس دنیا میں موجود ہے گورو نانک جی کو اسلام سے الگ کرنا بے سود ہے۔ چولہ صاحب گورو نانک جی کے اسلام کی ایک بیّن دلیل ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے بقول ان کے سکھوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ پہلے اس چولہ کو نذر آتش کر کے ٹھکانے لگائیں بعد میں کوئی جواب دیا جا سکتا ہے۔ ورنہ کوئی جواب نہیں ہے۔

پنڈت جی کے اس مشورہ کے بعد سکھوں نے اس چولہ کو مشتبہ کرنے کی سر توڑ کوشش کی اور اس کوشش میں مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ آپ بھی اس بات کو خوب جانتے تھے کہ یہ چولہ صاحب گورو نانک جی کو مسلمان ثابت کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے چولہ صاحب کے محافظوں پر برستے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

"بے چارے ست بچنئے پورا سکھوں نے کبھی بھی کھول کر نہ دیکھا۔ وہ کھن بھوکھن روپے خیال کیا۔ بھلا پجاریوں نے تو اپنے لالچ کے لئے باباجی کو محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیرو کار ثابت کرنے میں شرم

محسوس نہ کی۔ لیکن سکھوں کو تو چاہیے تھا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کلمہ والے چولہ کو فریبی پوجاریوں کے کہنے پر کیوں مانتے رہیں۔ اسی وجہ سے اب ان کی بے وراہی اور پوجاری پیسے کے بیجا لالچ نے گورو نانک جی کو اسلام دھارن کرنے والا مسلمانوں سے کہلوایا۔

(ترجمہ از پنتھ پرکاش حاشیہ ص ۵۵)

ایک اور مقام پر گیانی صاحب موصوف نے یہ گوہر فشانی فرمائی ہے کہ:۔

"بیدیوں نے اپنی غرض اور لالچ سے اس چولہ کو گورو نانک جی کا ظاہر کر کے احمدی اور دوسرے مسلمانوں کو گورو نانک جی سے متعلق غلط فہمی پھیلانے کا مواد بہم پہنچایا ہے۔ کیونکہ اس پر قرآن شریف کی آیات اور دوسری احادیث درج ہیں۔ جس لئے احمدی لوگ دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ گورو نانک جی اسلام کے معتقد تھے اور یہ چولہ گورو نانک جی کو خدا تعالیٰ نے بخشا تھا۔"

(ترجمہ از گورمت سنگرہ ص ۶۵)

گیانی صاحب موصوف نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ڈیرہ بابا نانک صاحب کا مقدس چولہ گورو جی کے اسلام کو واضح کر رہا ہے۔ ہم احمدیوں پر یہ الزام دیا ہے کہ گویا ہم دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ چولہ گورو نانک جی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور خلعت کے ملا تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح الفاظ میں یہ فرمایا کہ سکھ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ چولہ گورو نانک جی کے آسمان سے اترا تھا۔ (ست بچن ص ۳۲)

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ پراچین سکھ لٹریچر میں اس چولہ سے متعلق یہی روایت درج تھی کہ گورو جی کو یہ چولہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور خلعت کے ملا تھا اور آسمان سے اترا تھا۔ گیانی صاحب کو خود بھی اس امر کا اعتراف ہے کہ جنم ساکھی میں اس چولہ کا آسمان سے اترنا مرقوم ہے۔ جیسا کہ وہ خود بھی فرماتے ہیں کہ:۔

لکھیو جنم ساکھی تے کاہوں
چولا اتریو نبھ تے باہوں
(پنتھ پرکاش بسرام ۹ ص ۵۴)

یعنی جنم ساکھی میں مرقوم ہے کہ یہ چولہ آسمان سے اترا تھا۔ اور جنم ساکھی احمدیوں کی تصنیف نہیں۔ بلکہ گیانی صاحب نے خود ہی اس بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"جو کچھ جنم ساکھیوں میں لکھا گیا ہے وہ تمام بھائی بالا کی زبانی گورو انگد نے درج کیا ہے۔"
(تواریخ گورو خالصہ اردو ص ۵۵)

اس صورت میں یہ ثابت ہوگا کہ احمدیوں نے نہیں بلکہ گورو انگد جی نے ساکھیوں میں یہ درج کروایا تھا کہ یہ چولہ گورو نانک جی کے لئے آسمان سے اترا تھا۔ گیانی صاحب موصوف خود اصلیت پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی اور دنیا کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔

گیانی جی نے اس چولہ کو مشتبہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور بقول ان کے وہ سکھوں میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے چولہ صاحب سے متعلق سکھ کتب میں یہ روایت داخل کی کہ یہ چولہ گورو جی کو خلیفہ بغداد یا اس کی بیگم نے پیش کیا تھا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"اصل بات یہ ہے کہ بغداد کے خلیفہ کی بیگم نے سری گورو جی کی دعا سے لڑکا پیدا ہونے کی خوشی میں یہ چولہ اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے گورو جی کی خدمت میں پیش کیا تھا۔"

(ترجمہ از گورمت سنگرہ ص ۶۵)

گیانی جی کی بیان کردہ یہ "اصل بات" ان کی کسی تحقیق یا چھان بین کا نتیجہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے اس بیان سے قبل اس روایت کا سکھ کتب میں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اور گیانی جی نے خود بھی اس کی ذمہ داری اپنے اوپر ہی ڈالی ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

ہم نر سنے کر کے سب باتیں
لکھی یتھارتھ کتھا بکھیاتیں
(پنتھ پرکاش بسرام ۹ ص ۵۴)

یعنی میں نے خود چھان بین کی ہے اور جو درست تھا وہ لکھ دیا ہے۔

گیانی جی نے اس بارہ میں جو تحقیق کی وہ بھی عجیب و غریب لطائف پر مبنی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ یہ چولہ بھینٹ کرنے والے خلیفہ بغداد کا نام "بکر" تھا (پنتھ پرکاش ص ۵۳) لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دنوں بغداد میں "بکر" نام کا کوئی خلیفہ نہ تھا۔ باباجی کا بغداد جانا ۹۱۲ھ، ۹۱۷ھ یا ۹۲۷ھ کے قریب قریب بیان کیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو بغداد پتھری ص ۶۳ و نانک پرکاش سمپادت ص ۱۰۵۵ و نانک چمتکار ص ۷۹۱) اس زمانہ میں بغداد قسطنطنیہ کے ماتحت تھا اور خلافت عباسیہ ۶۵۵ھ میں ختم ہو چکی تھی۔ ان دنوں سلطان سلیمان تخت پر جلوہ گر تھا (جنم ساکھی بھائی پانشیامی ص ۹۱ اور میاں کوش ص ۱۱۰۵) سردار بہادر کاہن سنگھ جی نے اور بعض سکھ ودوانوں نے اس زمانہ میں بغداد پر سلیمان صفوی کی حکومت بیان کی ہے (مہان کوش ص ۲۷۱۴ و رسالہ امرت اگست نومبر ۱۹۳۶ء) ان باتوں کی موجودگی میں ناظرین غور فرمالیں کہ گیانی جی کی بیان کردہ "اصل بات" کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔

سرزمین قادیان کا اولین دواخانہ

جسے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے قائم فرمایا
۱۹۱۱ء سے آپکی جملہ طبی ضروریات بہ احسن پوری کر رہا ہے،

دوائی خاص
زنانہ امراض کا واحد علاج
قیمت فی شیشی ۳ روپے

حب مفید النساء
عورتوں کی جملہ بیماریوں کی دوا قیمت خوراک ایک ماہ ۳ روپے

حب مسان
سوکھے کی مجرب دوا
قیمت فی شیشی ۲ روپے

شہزین
خرابی جگر کمزوری جسم اور اپھارا کی دوا قیمت ۳۲ خوراک ۶ روپے

تسہیل ولادت
پیدائش کی گھڑیوں کو آسان کرنے کی دوا قیمت ۳ روپے

پیچیدہ سے پیچیدہ زنانہ اندرونی امراض کا بھی علاج کیا جاتا ہے
زنانہ معائنہ کا معقول انتظام ہے

قدیمی — اولین — شہرۂ آفاق
حب اٹھرا رجسٹرڈ
فی تولہ ایک روپیہ آٹھ آنے مکمل کورس ۱۱ تولہ — ۱۲ آنے — ۱۳ روپے

ہمارا اصول؟
★ صاف ستھرے اجزاء
★ دیانتدارانہ دواسازی
★ عمدہ پیکنگ ★ غریبانہ قیمت
★ مخلصانہ مشورہ
اور اسی اصول کے تحت ۱۹۱۱ء سے آپکی خدمت کرتے چلے آ رہے ہیں

مقوی دماغ گولیاں ذہنی کام کرنے والوں کی بہترین معاون
قیمت فی شیشی ایک روپیہ

زدجام عشق
طاقت کی لاثانی دوا
قیمت ۶۰ گولی ۱۲ روپے

زرینہ اولاد گولیاں
سو فیصدی مجرب دوا
قیمت فی کورس ۹ روپے

تریاق خاص
نوجوانوں کی صحت کا نگہبان ۳ روپے

عرق نظامی
جس تلی خرابی جگر اور یرقان کا علاج قیمت ۱۶ دن کی خوراک ۴ روپے

مقوی دانت منجن
دانتوں کی عمر اور صحت بڑھانے کے لئے فی شیشی ۵۰ پیسے

حکیم نظام جان اینڈ سنز چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

دوکان · رہائش گاہ
ٹیلیفون نمبر ۳۳۰۷ | احمدیوں کی کپڑے کی مشہور دوکان | ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۰/۸

ملتان کلاتھ ہاؤس

چوک بازار ملتان شہر

اگر آپ کو بہترین قسم کے ملبوسات خریدنے ہوں تو آپ اپنی دوکان پر تشریف لائیں۔ یہاں آپ کو ریشمی گرم اور سوتی کپڑوں کے علاوہ سلمہ ستارہ کے سوٹ، زری، کمخواب اور اعلیٰ قسم کی ساڑھیاں، شالیں ہر قسم کی ہر وقت دستیاب ہو سکتی ہیں۔

میسرز ملتان کلاتھ ہاؤس رجسٹرڈ
چوک بازار ملتان

مالکان: چوہدری عبدالرحمن عبدالرحیم احمد

گیانی جی نے چولہ سے متعلق کس قدر چھان بین کی اس کی وضاحت ان کے مندرجہ بالا بیانات سے بھی ہو جاتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ :-

"چولہ جو اب ڈیرہ بابا نانک میں عطر سنگھ بیدی کے ہاں موجود ہے اگر اس پر کشیدہ کاری کی آیات ہیں تو وہی ہے اور اگر لکھی ہوئی ہیں تو کسی اور مسلمان فقیر کا ہے۔"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۹)

گیانی جی نے ڈیرہ بابا نانک کے چولے سے متعلق "اصل بات" تو یہ بیان کی ہے کہ یہ خلیفہ بغداد یا اس کی بیگم نے بھینٹ کیا تھا۔ لیکن آپ کو یہ علم نہیں کہ اس پر قرآن شریف کی آیات کشیدہ کاری سے بنائی ہوئی ہیں یا لکھی ہوئی ہیں۔ انکا جو علمی یہ ہے وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ ان کی پوری تحقیق اور چھان بین کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ چولہ سے متعلق کسی تحقیق میں اس چولہ کے درشن بھی ضروری تھے۔ اگر وہ چولہ صاحب کو خود دیکھ لیتے تو انہیں علم ہو جاتا کہ چولہ صاحب پر جو آیات درج ہیں ان کی کیا صورت ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اس بارہ میں سکھ کتب کی کس قدر چھان بین کی تھی۔ اس پر آپ کا مندرجہ ذیل ارشاد خوب روشنی ڈال رہا ہے :-

"اس پر تمام علموں کے حروف ہونے چاہئیں۔ کیونکہ جنم ساکھی میں تمام علم ہونے مذکور ہیں۔"

(تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۹)

گیانی جی کس سادگی سے لکھ رہے ہیں کہ "بکر" نام کے خلیفہ بغداد نے جو چولہ گورو جی کو بھینٹ کیا تھا اس پر تمام علموں کے حروف ہونے چاہئیں اور اس کے ثبوت میں وہ جنم ساکھی کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی جنم ساکھی میں کسی ایسے چولہ کا کوئی ذکر نہیں ہے جو بکر نام کے خلیفہ بغداد یا اس کی بیگم نے گورو نانک جی کی دعا سے اپنے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی خوشی میں گورو جی کی بھینٹ کیا ہو۔ اور اس پر تمام علموں کے حروف اس کی بیگم نے کشیدہ کاری سے بنائے ہوں

ع

کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپا یا ہم نے

جنم ساکھی کا مذکورہ چولہ کسی خلیفہ نے بھینٹ نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو آسمان سے اترا تھا۔ گیانی جی خود بھی اس امر کے معترف ہیں کہ جنم ساکھی میں اس چولہ کا آسمان سے اترنا مرقوم ہے۔ (پنتھ پرکاش صفحہ ۵۴)

گیانی جی کے علاوہ سنت سورج سنگھ جی نے بھی یہ لکھ دیا ہے کہ یہ چولہ بکر نام کے خلیفہ بغداد کی بیگم نے کشیدہ کاری سے تیار کر کے گورو جی کی بھینٹ کیا تھا۔

(تواریخ گری گورو خالصہ صفحہ ۲۲۲)

گیانی گیان سنگھ جی نے اس چولہ کے متعلق اور بھی مضحکہ خیز باتیں بیان کی ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر آپ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ چولہ گورو صاحب اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ اور اب تک ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے (تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۵۰)

لیکن دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا کہ گورو جی یہ چولہ پیر بہاؤالدین کو دے آئے تھے۔ (پنتھ پرکاش صفحہ ۵۰)

اور تیسرے مقام پر آپ نے لکھا ہے کہ گورو جی نے یہ چولہ قرآن شریف کی آیات ہونے کی وجہ سے خود پہننا پسند نہیں کیا تھا اس لئے سیون شاہ کو دے دیا تھا۔ (گور دھام سنگرہ صفحہ ۶۵)

الغرض گیانی جی نے ڈیرہ بابا نانک کے چولے سے متعلق ہم احمدیوں پر یہ الزام دیا تھا کہ گویا کہ ہم خود لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ چولہ آسمان سے اترا تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں انہوں نے خود جو "اصل بات" بیان کی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور یہ روش گیانی جی نے محض اس لئے اختیار کی ہے کہ وہ بھی پنڈت لیکھرام کی طرح یہ محسوس کرتے تھے کہ چولہ صاحب کی موجودگی میں گورو نانک جی کو اسلام سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے انہوں نے چولہ صاحب کو مشتبہ کرنے کی غرض سے یہ سب کچھ کیا۔ مگر ان کی تحقیق

"دروغ گو را حافظہ نہ باشد"

کا مصداق ہو کر رہ گئی۔

روحانی خزائن کی دسویں جلد تیار ہو گئی

احباب کرام کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ روحانی خزائن کی دسویں جلد مجلس مشاورت کے موقع پر شائع ہو رہی ہے احباب اپنی اپنی جلد الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ سے حاصل کریں۔

الفردوس کلاتھ مرچنٹ

انارکلی لاہور

سے

ہر قسم کا

★ سوتی ★ ریشمی

★ اور ★ اونی کپڑا خریدیئے

پہلے سے بھی زیادہ

آپ کے تعاون کی ضرورت ہے

الفردوس کلاتھ مرچنٹ انارکلی لاہور

فون نمبر ۳۳۰۷ اکسیر فون نمبر ۳۳۰۷

- ۲۴ مارچ کے بعد ہم انشاء اللہ اکسیر کا کام شروع کر رہے ہیں احباب فائدہ اٹھائیں۔
- کمزور مریضوں کیلئے ایمبولنس کار کا خاص انتظام ہے
- نسخہ جات احتیاط سے تیار کئے جاتے ہیں۔
- ادویات مناسب نرخوں پر فروخت کی جاتی ہیں۔
- تجربہ کار ڈاکٹر کا انتظام بھی ہے۔
- ضرورت پڑنے پر فون کیجئے۔

شاہ میڈیکوس ۳ کچہری بازار لائلپور ←

اہالیان ربوہ کیلئے خوشخبری

ربوہ میں سیونگ مشینوں کی دوکان کھول دی گئی ہے۔ اب آپکو باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑیگی۔ ہمارے ہاں ہر مارکہ کی سلائی کی مشین جاپانی سٹ والی خاص نفیس لینا شرہ پروفیسر رزنیت۔ [illegible] وغیرہ وغیرہ ارزاں نرخ پر مل سکتی ہیں نیز ہماری دوکان پر مشینوں کی مرمت تسلی بخش اور بارعایت کی جاتی ہے۔ آزمائش شرط ہے۔

[illegible]

نور کاجل

دُنیائے طِب کی بے نظیر ایجاد!

آنکھوں کی خوبصورتی اور تندرستی کے لئے بہترین تحفہ۔ موتیا بند کے سوا آنکھوں کی جملہ امراض کا تیر بہدف علاج۔ آنکھوں کو گرد و غبار اور موسمی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کا مسلسل استعمال بینائی تیز کرتا اور آنکھوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ بچوں عورتوں اور مردوں سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ متعدد جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ خشک جوہر ہے جو پچاس سالہ استعمال و تجربہ کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔ قیمت:۔ فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ۔

تیار کردہ:۔ خورشید یونانی دواخانہ۔ گولبازار ربوہ

ALWAYS REMEMBER FOR BEST QUALITY

Spectacles

BASHIR GENERAL STORE RABWAH

نظر اور دھوپ کی عینکیں؛

ہمارے ہاں سے بنوائیے

بشیر جنرل سٹور گولبازار - ربوہ

کف ایکس

کھانسی نزلہ وزکام کی بہترین دوا

ایف عمر فارمیسوٹیکلز۔ پاکستان:

پائیداری اور چمک اور نفاست کیلئے

فضل عمر ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی تیار شدہ

شاہین بوٹ پالش

اپنے شہر کے جنرل مرچنٹ سے طلب کریں

سن شائن گرائپ واٹر

بچوں کی صحت اور تندرستی کا ضامن

ایف عمر فارمیسوٹیکلز پاکستان

رشید اینڈ برادر ٹرنک بازار سیالکوٹ کے

مٹی کے تیل سے جلنے والے چولہے

بلحاظ اپنی خوبصورت شکل و شباہت۔ مضبوطی۔ تیل کی بچت اور افراطِ حرارت کے

تمام دنیا میں بے مثال ہیں

اپنے شہر کے ہر جنرل مرچنٹ سے طلب کریں

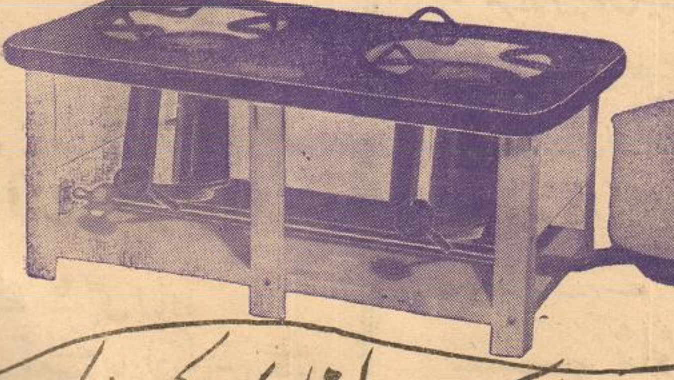

رشید اینڈ برادر ٹرنک بازار سیالکوٹ

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا